اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

فون نمبر	
رہائش	۲
دارالعلوم	۴
الحق	۴۰

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماھنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر : سمیع الحق

جلد نمبر	۲۰
شمارہ نمبر	۱۰
شوال المکرم	۱۴۰۵ھ
جولائی	۱۹۸۵ء

اس شمارہ میں

بدل اشتراک : پاکستان میں سالانہ -/۴۰ روپے فی پرچہ چار روپے
بیرون ملک بحری ڈاک چھ پونڈ ہوائی ڈاک دس پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سینیٹ میں نفاذ شریعت کا بل
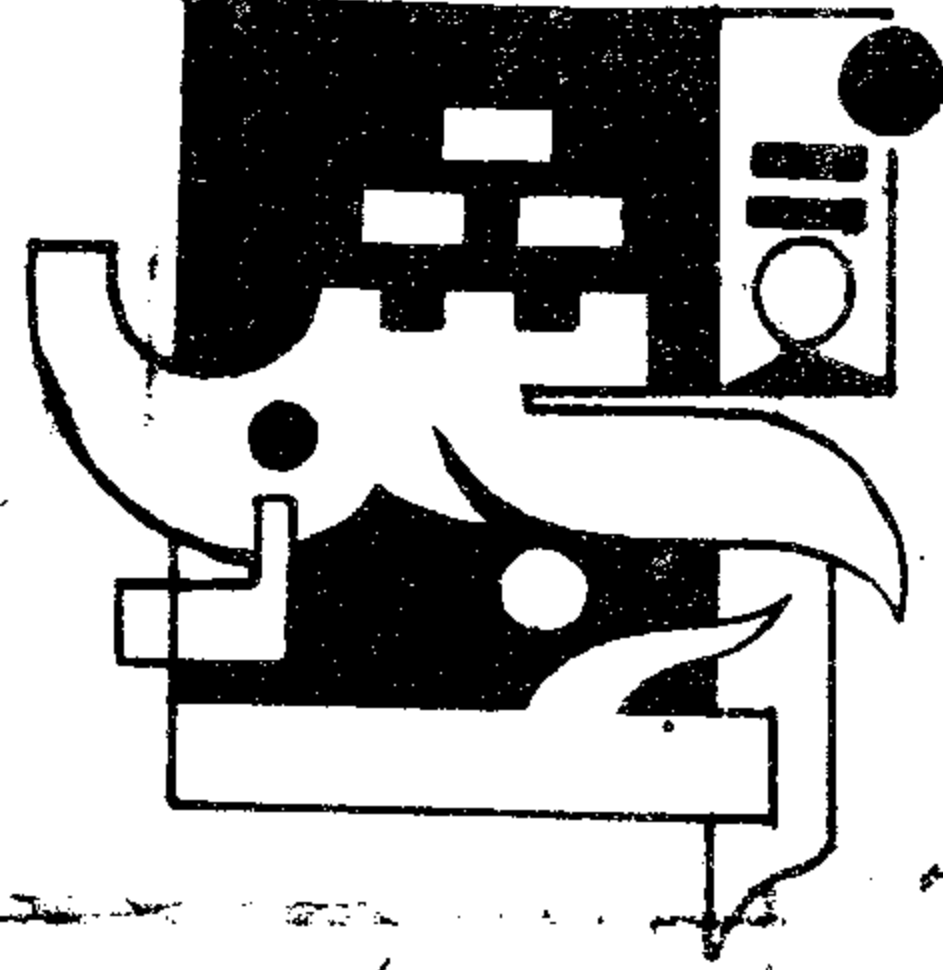
نئی منتخب حکومت کا سب سے اولین قومی و ملی فریضہ یہی تھا کہ وہ اپنی ساری توجہات فوری طور پر شریعت اسلامیہ کے مکمل نفاذ اور قرآن و سنت کی مکمل بالادستی پر مبذول کرتی کہ یہی قیام پاکستان کا اساس تھا اور اسی نام پر آٹھ سال مارشل لاء مسلط رکھا گیا۔ اسی نام پر صدر پاکستان نے ۱۹ دسمبر ۸۴ء کو ریفرنڈم کے ذریعہ قوم سے اعتماد حاصل کیا۔ اور انہی وعدوں پر انتخابات میں امیدواروں نے ووٹ حاصل کئے۔ مگر وا حسرتا کہ ساری توجہات کا محور مارشل لاء کرسیاں جمہوریت اور سیاسی پارٹیوں جیسے مسئلے تو بن گئے مگر اسلامی نظام کا جو رہا سہا چرچا تھا وہ بھی پس منظر میں ڈال دیا گیا۔ سردست ان تفصیلات میں گئے بغیر یہاں ہم اس بل کا متن پیش کر رہے ہیں جو مخدومی مولانا قاضی عبداللطیف صاحب سینیٹر اور احقر کی طرف سے سینیٹ کے پہلے اجلاس کے آخری دن ۱۳ جون کو پیش کیا گیا۔ حکومتی حلقوں کے ردّ و قدح اور لیت و لعل کے باوجود محرکین بل اور مؤیدین کی پرزور اور مدلل تقاریر اور سینیٹ کے عام ارکان کی تحسین و تائید کے بعد چار و ناچار حکومت نے اسے کارروائی کے لئے شامل کیا اور اسے سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ اخبارات میں تفاصیل قوم کے سامنے آئی ہیں۔

الحمد للہ کہ قیام پاکستان اور قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد یہ پہلا ایک اہم مرحلہ ہے جس سے شریعت اسلامیہ کی بالادستی کے لئے ملک کے ایک اہم ترین ایوان (سینیٹ) کے ذریعہ بھی ایک مینڈیٹ (اعتماد و تائید) حاصل ہوا۔ بجا طور پر پڑھے لکھے باخبر حلقے اسے ایک عظیم کامیابی قرار دے رہے ہیں۔ بہت سے علماء کرام، دوستوں، دینی تنظیموں اور دینی درد سے سرشار مسلمانوں نے مجھ ناچیز گناہ گار کو بھی مبارک باد اور تہنیتی کلمات سے نوازا ہے۔ مگر یہ تو محض خداوند کریم کے فضل و کرم کا کرشمہ ہے۔ اور اسی کی توفیق پر ہے ہم ہرگز اس کے سزاوار نہیں مگر اصل خوشی تو ایوان سے اس بل کی منظوری اور ملک میں مکمل طور پر نفاذ پر ہوگی۔ جس کے لئے پوری قوم کو متحد و منظم ہو کر آواز اٹھانی ہوگی۔ اور اصل امتحان اور آزمائش تو ارباب حکومت کی ہے۔ کہ وہ مختلف تاخیری حربوں، حیلوں اور شاطرانہ ہتھکنڈوں سے اس بل کو ٹالتی ہے یا پھر خدا اور رسول ﷺ اور قوم سے کئے گئے وعدوں کے مطابق اسے جلد از جلد منظور کروا کر نافذ کراتی ہے۔ بہرحال نفاذ شریعت

کے اس بل نے موجودہ حکومت کو ایک پورا سے پر لا کھڑا کیا ہے۔ دیکھتے وہ سرخرو ہوتی ہے یا پھر.......

سینٹ میں پیش کئے جانے والے ایک بل
ملک میں نفاذ شریعت

— چونکہ قرارداد مقاصد کو جو کہ سابقہ دساتیر میں بطور تمہید کے رکھا گیا تھا۔

— جناب صدر مملکت نے اپنے صدارتی اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے دستور مستقل کا حصہ قرار دے دیا۔

— اور چونکہ قرارداد مقاصد میں اس ملک کا حاکم اعلیٰ تشریعی اور تکوینی دونوں حیثیتوں سے رب العالمین خالق کائنات کو تسلیم کیا گیا ہے۔

— اور چونکہ یہ ملک مسلمانوں کی عملی زندگی کو قرآن اور سنت کے مطابق ڈھالنے کے لئے معرض وجود میں لایا گیا ہے۔

— اور چونکہ اس ملک کے باشندوں کے ساتھ یہ عہد کیا گیا ہے کہ یہاں قرآن و سنت کا قانون زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور نافذ ہوگا۔

— اور چونکہ موجودہ ریفرنڈم اور انتخابات میں عوام نے صدر مملکت اور پارلیمنٹ کو شریعت کے عملی نفاذ کے لئے منتخب کیا ہے۔

— لہٰذا ایوان سینٹ اپنے آئینی اختیارات استعمال کرتے ہوئے حسب ذیل قانون وضع اور منظور کرتا ہے۔

ابتدائیہ

(دفعہ نمبر ۱) نام تاریخ نفاذ اور حدود نفاذ

الف۔ یہ قانون نفاذ شریعت کے نام سے موسوم ہوگا۔

ب۔ یہ قانون منظوری کے مراحل طے کرنے کے بعد فوری طور پر نافذ ہوگا۔

ج۔ یہ قانون اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام علاقوں اور تمام باشندوں پر نافذ ہوگا۔
البتہ غیر مسلم باشندوں کے شخصی معاملات اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

دفعہ نمبر ۲ **شریعت کی قانونی تعریف**

الف۔ شریعت سے مراد دین کا وہ خاص طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین محمدؐ کے واسطے سے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے۔

ب۔ شرعی قوانین کا اصل ماخذ قرآن کریم اور سنت رسولؐ ہے۔

ج۔ اجماع امت کو قرآن اور سنت نے حجت قرار دیا ہے اس لئے جو قانون اجماع امت سے ثابت اور ماخوذ ہو وہ بھی شریعت کا قانون ہے۔

د۔ جو احکام امت کے معتمد اور مستند مجتہدین نے قرآن اور سنت اور اجماع کے قواعد اور ضوابط معینہ کے مطابق مستنبط کر کے مدون کر لئے ہیں وہ بھی شریعت ہی کے قوانین ہیں۔ اس لئے کہ قیاس اور اجتہاد کو بشرطیکہ وہ قرآن اور سنت اور اجماع کے خلاف ہو قرآن اور سنت نے حجت قرار دیا ہے۔

شریعت کی بالادستی

(دفعہ نمبر ۳) مقننہ کوئی ایسا قانون یا قرارداد منظور نہیں کرسکے گی جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو۔ اگر ایسا کوئی قانون یا قرارداد منظور کر لی گئی تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔ اور چیلنج کے فوراً بعد عدالت کے آخری فیصلہ تک اس پر عمل درآمد ملتوی ہو جائے گا۔

(دفعہ نمبر ۴) ملک کی تمام عدالتیں ہر قسم کے مقدمات بشمول مالی وغیرہ کے شریعت کے مطابق کئے گئے فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔

(دفعہ نمبر ۵) وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار سماعت و فیصلہ بلا کسی استثناء ہر قسم کے مقدمات پر حاوی ہوگا۔ اور عبوری دستوری حکم ۱۹۸۵ء کے دستوری ترامیم کے ذریعہ لگائی گئی پابندیاں فوراً ختم کر دی جائیں گی۔

(دفعہ نمبر ۶) انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدر مملکت اور وزیراعظم کے شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔ اگر ایسا کوئی حکم دے دیا گیا ہو تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔ اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا۔

(دفعہ نمبر ۷) حکومت کے تمام عمال بشمول صدر مملکت شرعی عدالت کا فیصلہ ملک کے عام دوسرے باشندوں کی طرح یکساں طور پر نافذ ہوگا اور کوئی بھی ملک کا باشندہ اسلامی قانون عدل کے مطابق عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہوگا۔

(دفعہ نمبر ۸) مسلمہ اسلامی فرقوں کے شخصی معاملات ان کے اپنے اپنے فقہی مسلک کے مطابق طے کئے جائیں گے۔

(دفعہ نمبر ۹) غیر مسلم باشندگان مملکت کو اپنے بچوں کے لئے مذہبی تعلیم اور اپنے ہم مذہبوں کے سامنے اپنی مذہبی تبلیغ کی آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

(دفعہ نمبر ۱۰) تمام عدالتوں میں حسب ضرورت تجربہ کار جیّد اور مستند علماء دین کا بحیثیت جج اور معاونین عدالت مقرر کیا جائے گا۔

(دفعہ نمبر ۱۱) علوم شرعیہ اور اسلامی قانون کی تعلیم اور ججوں کی تربیت کا ایسا موثر انتظام کیا جائے گا کہ مستقبل میں علوم شرعیہ اور خصوصاً اسلامی قانون کے ماہر جج تیار ہو سکیں۔

(دفعہ نمبر ۱۲) قرآن اور سنت کی وہی تعبیر معتبر ہوگی جو صحابہ کرام اور مستند مجتہدین کے عام اصول تفسیر اور علم اصول حدیث کے مسلمہ قواعد اور ضوابط کے مطابق ہو۔

(دفعہ نمبر ۱۳) انتظامیہ عدلیہ مقننہ کے ہر فرد کے لئے فرائض شریعت کی پابندی اور محرمات شریعت سے اجتناب کرنا لازم ہو گا۔

(دفعہ نمبر ۱۴) تمام ذرائع ابلاغ کو خلاف شریعت پروگراموں فواحش اور منکرات سے پاک کیا جائے گا۔

(دفعہ نمبر ۱۵) حرام طریقوں اور خلاف شریعت کاروبار کے ذریعہ دولت کمانے پر پابندی ہو گی۔

(دفعہ نمبر ۱۶) شریعت نے جو بنیادی حقوق باشندگان ملک کو دیتے ہیں ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جائے گا۔ اگر ایسا کوئی حکم دیا گیا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

مسودۂ قانون نفاذ شریعت کے اغراض و مقاصد و وجوہ

- مملکت خداداد پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔
- اس کی بنیاد اسلام کے نظریہ پر قائم ہے۔
- اس مسودۂ قانون کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک کے اسلامی نظریہ کا استحکام ہے۔
- اہل ملک جو بلا امتیاز عرصہ سے اس نظام کے لئے بے چین ہیں مطمئن کرنا ہے۔
- ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ کے ذریعہ امن و امان اور اسلامی مساوات قائم کرنا ہے۔

۱۔ قاضی عبداللطیف — رکن انچارج

۲۔ مولانا سمیع الحق — رکن انچارج

نفاذ شریعت بل پر کی گئی تقریر

نفاذ شریعت بل پیش کرنے کے بعد مولانا سمیع الحق نے بل کے بارے میں مختصراً حسب ذیل تقریر کی۔ جو سینیٹ میں کی گئی رپورٹنگ کے مطابق پیش ہے ——— (ادارہ)

○ جناب چیئرمین بہت شکریہ ۔ مولانا سمیع الحق صاحب ۔

○ مولانا سمیع الحق ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

جناب چیئرمین صاحب ۔ جیسا کہ ہمارے محترم قاضی عبداللطیف صاحب نے فرمایا ، ہم اس بل کے ذریعہ اس مشن کی ان محنتوں اور اس جدوجہد کی تکمیل کرانا چاہتے ہیں جو برصغیر کے مسلمانوں نے اس ملک میں اللہ کے دین کے قیام کے لئے قربانیاں دیں ۔ اور پاکستان کا معنی لا الہ الا اللہ قرار دیا گیا تھا ۔ پھر موجودہ حکومت نے آٹھ سال مارشل لا کے دوران مسلسل یہی نعرہ لگایا کہ ہمارا اہم ترین مقصد اس ملک میں دین کی بالادستی اور شریعت کا نفاذ ہے ۔ پھر ہم نے قرارداد مقاصد میں اور پالیسی کے راہنما اصولوں میں خداوند تعالیٰ کی حاکمیت کا وعدہ کیا ۔ جیسے اب آئین کا بھی ایک حصہ بنا لیا گیا ہے ۔ قرارداد مقاصد کو کہ اب اللہ کی حاکمیت کیا ہے ؟ وہ یہی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے خود تشریح کی ہے ۔ ان الحکم الا للہ

کا حکم اور فیصلہ اور قانون صرف اللہ تعالیٰ کا ہوگا اور صاف فرمایا کہ

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم

جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے قرآن وحدیث کے ذریعہ ایک حکم سنا دیا اور فیصلہ دے دیا تو کسی مؤمن اور مؤمنہ کسی مرد یا خاتون کو یہ حق نہیں کہ اس کے خلاف وہ رائے دے سکے اور کوئی قانون بنا سکے ۔ پھر اتنے سخت الفاظ فرمائے ہیں ۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون ○ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون ○

اور ظالم اور کافر ، فاسق اور کئی الفاظ اللہ تعالیٰ نے کہے ۔

جناب چیئرمین ۔ تو اس بل کے ذریعے ہمارا جو مشن ہے اور حکومت بھی جو اعلانات کر رہی ہے وہ شریعت اسلامیہ کی بالادستی ہے تو اسلامی قوانین کی بالادستی صرف نعروں اور خوشنما بیانات اور تقاریر اور ذرائع ابلاغ پر اس کی اشاعت سے قائم نہیں ہو سکتی ۔ اس کا بنیادی ذریعہ یہ ہے کہ ہم مقننہ ، عدلیہ ، انتظامیہ ان تینوں اداروں کو شریعت کی بالادستی کے تابع کر دیں تو اس بل میں ہم نے ان تین چیزوں کو بڑی اہمیت دی ہے ۔

(۱) ایک تو مقننہ کو یہ حق نہ ہو کہ وہ کوئی ایسا قانون بنائے جو شریعت کے خلاف ہو ۔ خواہ وہ پارلیمنٹ ہو خواہ وہ قومی اسمبلی ہو ، خواہ وہ سینیٹ ہو ۔ اگر اس نے کوئی ایسی بات منظور کر لی تو اسے عدالت میں چیلنج کیا جائے ۔

(۲) دوسرا ملک کی تمام عدالتیں ہر قسم کے مقدمات خواہ وہ مالی معاملات ہوں یا غیر مالی ، شریعت کے مطابق

فیصلہ کرنے کی پابند ہوں۔ اور جو بھی شریعت کے خلاف فیصلے کئے گئے، ان کو قانونی حیثیت نہ دی جائے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ کار۔ سماعت اور فیصلہ بہ استثناء ہر قسم کے مقدمات پہ حاوی ہو۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ انتظامیہ کا کوئی فرد بھی بشمول صدر مملکت، بشمول وزیر اعظم، شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔ اور اگر کوئی ایسا حکم دے دیا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔ اور اس کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

(۵) اور پانچویں بات یہ ہے کہ ہم یہاں غیر مسلم حقوق کا بھی صحیح تحفظ چاہتے ہیں ہم ان سب کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق دیں گے۔ ان کے پرسنل لاز میں کوئی مداخلت نہیں ہوگی۔ اسی طرح غیر مسلم اقلیت کی مذہبی تعلیم تبلیغ، مذہبی قانون کا پورا تحفظ کیا جائے گا۔

(۶) اور آخری بات یہ ہے کہ شریعت نے جو بھی حقوق اسلامی مملکت کے شہری کو دیئے ہیں۔ خواہ وہ مسلم ہے یا غیر مسلم، ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جا سکے گا۔ اور اگر کوئی حکومت اس طرح کے حقوق پر اثر انداز ہونے والے احکام جاری کرے تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔ اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

تو جناب چیئرمین صاحب مختصر بات یہ ہے۔ کہ اس قانون کی غرض و غایت خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک میں اسلامی نظریہ کا استحکام ہے۔ تاکہ ملک کے تمام باشندے جس نظام کے لئے بے چین ہیں وہ مطمئن ہو جائیں۔ ورنہ خدانخواستہ ہم نے جتنا شدومد سے اسلام کا نام لیا ہے اور ہم کہتے رہے ہیں کہ اسلامی نظام آگیا ہے۔ اور لوگوں کو نتیجے میں سوائے بدعنوانی، کرپشن، برائی اور ظلم و ستم کے کچھ نہ ملا ہو۔ تو لوگ کہیں گے کہ اسلام کا عالم وجود میں اور حقیقت کی دنیا میں بھی کوئی ایسا ہی تصور ہوگا تو اسلام کے انتظار میں جو لوگوں کا حسین تصور تھا وہ تصور بھی ختم ہو جائے گا۔ اور سمجھا جائے گا کہ اسلام ایسی چیز ہے کہ وہ جاری ہو نہیں ہو سکتی۔ یا اگر جاری ہو بھی جاتے تو اس کے مشکلات ختم نہیں ہوں گے۔ بلکہ اور بڑھ جاتے ہیں۔ تو لوگ اسلام ہی سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ اس لئے میں کہتا ہوں خدارا اس سینٹ کے ایوان کو یہ شرف اور اعزاز دے دیجئے کہ وہ اس بل کو منظور کرے۔ اور پارلیمنٹ کے مشترکہ مصوں میں جو فضیلت حاصل ہو گئی ہے یہ سینٹ کو حاصل ہو سکے گی تو سینٹ کے میرے تمام ارکان بھی اس کی پرزور حمایت کریں گے۔

جناب چیئرمین۔ شکریہ جناب وزیر انصاف صاحب۔

سمیع الحق

نفاذ اسلام کے بارہ میں تحریک التواء اور تحریک استحقاق

مولانا سمیع الحق نے پہلے اجلاس کے لئے اسلامی نظام کے نفاذ کے کام میں مسلسل رکاوٹوں اور وعدہ خلافیوں کے مسئلہ کو ایک تحریک التواء کی شکل میں زیر غور لانے کی جدوجہد کی اور تحریک التوا رسینٹ بھیج دی۔ اس تحریک التواء کو سینٹ نے خلاف ضابطہ قرار دے کر بالا ہی بالا مسترد کر دیا۔ کہ اس طرح سینٹ میں یہ مسئلہ نہ آسکے گا۔ مگر مولانا سمیع الحق کا مقصد تو ملک کے اہم ترین ایوان کو کسی نہ کسی شکل میں ادھر متوجہ کرانا تھا۔ چنانچہ تحریک التواء مسترد ہو جانے کے بعد انہوں نے اس مسئلہ کو تحریک استحقاق کی شکل میں اٹھایا۔ اور الحمدللہ کہ بات سینٹ میں آگئی۔ یہاں مولانا کی (۱) تحریک التواء (۲) سینٹ کا مراسلہ (۳) تحریک استحقاق (۴) اور اس کے حق میں مولانا سمیع الحق کی گئی تقریر پیش خدمت ہے۔

تحریک التواء | میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ سینٹ کا حالیہ اجلاس ملتوی کر کے فوری نوعیت کے اس معاملہ پر غور کرے۔

اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں کئے گئے وعدے پس پشت ڈال دئے گئے ہیں۔ یا اس کی تکمیل کا انداز نہایت سست ہے۔ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد یہ عمل تو گویا رک ہی گیا ہے۔ جب کہ پوری قوم کے لئے یہ معاملہ انتہائی تشویش کا باعث ہے۔ از راہ کرم سینٹ اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹوں اور تاخیر کے اسباب پر مفصل بحث کرے۔

سینٹ کا مراسلہ | نمبر تحریک التوا نمبر ۳/ ۸۵۔ کیو اے پی (سینٹ) ۳۰ رجون ۱۹۸۵ء

بخدمت مولانا سمیع الحق۔ رکن سینٹ

موضوع۔ تحریک التواء

محترمی! حسب الحکم آپ کی توجہ اس تحریک التواء کی طرف دلائی جاتی ہے جس کا نوٹس آپ نے ۲۸ رمئی ۱۹۸۵ء کو دیا تھا۔ اور جسے فوری حوالہ کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایوان کو ایک فوری اور قومی اہمیت کے مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے ملتوی کیا جائے۔ یعنی یہ کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے بارے میں قواعد کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یا اس کا تکمیلی عمل انتہائی سست ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد تو یہ عمل بالکل رک گیا ہے جب کہ اس بارے میں ساری قوم کو انتہائی تشویش ہے۔ سینٹ کو چاہیئے کہ وہ اسلامی نظام کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور اس میں تاخیر کی وجوہات کے بارے میں مفصل بحث کرے۔"

۲۔ اسلامی نظام کا نفاذ ایک تدریجی عمل ہے۔ اور اس کا نفاذ مرحلہ وار ہو رہا ہے۔ یہ معاملہ نہ تو فوری عوامی اہمیت کا حامل ہے اور نہ ہی یہ حالیہ وقوعہ ہے۔ لہذا یہ تحریک سینٹ کے قواعد ضابطہ کار و انصرام کارروائی ۱۹۷۳ء کے قاعدہ ۷۱ (الف) اور (ج) کی رو سے منظور نہیں کی جا سکتی۔

۳۔ چیئرمین سینٹ نے فرمایا ہے کہ تحریک التواء کے طور پر یہ تحریک واضح طور پر ناقابل منظوری ہے۔ تاہم اسے موزوں الفاظ میں نجی رکن کی قرارداد کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ لہذا آپ سے استدعا ہے کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو اس مسئلہ کو نجی رکن کی قرارداد کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔

آپ کا مخلص کریم خان مروت۔ ڈپٹی سیکرٹری

تحریک استحقاق | جناب چیئرمین صاحب۔ میں نے ۲۸ مئی ۸۵ء کو سینٹ کے حالیہ اجلاس میں زیر بحث لانے کے لئے ایک تحریک التواء بھیجی تھی جس کا موضوع یہ تھا۔ کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے بارہ میں اقدامات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یا اس کا تکمیلی عمل نہایت سست ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد تو یہ عمل بالکل رک گیا ہے۔ اور ساری قوم کو اس بارہ میں انتہائی تشویش ہے۔ اور سینٹ کو چاہئے کہ وہ اسلامی نظام کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور اس میں تاخیر کی وجوہات کے بارہ میں مفصل بحث کرے۔

اس تحریک التواء (نمبر ۳/۸۵۔کیو اے پی سینٹ) کو سینٹ کو سیکرٹریٹ نے ۳۰ جون ۸۵ء کو ڈاک کے ذریعہ یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ تحریک واضح طور پر ناقابل منظوری ہے۔ اور نہ فوری عوامی اہمیت کی حامل ہے۔

جناب چیئرمین۔ میں سمجھتا ہوں کہ قطع نظر اس بات کے کہ یہ تحریک اسلامی نظام کے نفاذ جیسے اہم، فوری، قومی و ملی حساس مسئلے سے متعلق تھی۔ میری قطعی رائے یہ ہے کہ کسی تحریک التواء کے منظور یا نامنظور ہونے کا فیصلہ ایوان میں تحریک پیش ہونے اور اس کے حق یا مخالفت میں فاضل ارکان کے دلائل سننے کے بعد ہی جناب چیئرمین کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر اس انداز سے بالا ہی بالا مسترد کر دینے کی روایت پڑ گئی۔ تو کوئی رکن اپنے قومی و ملی فرائض کی ادائیگی سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔ اس لئے اس تحریک التواء کے مسترد کر دینے سے نہ صرف میرے بلکہ سارے سینٹ کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اور مجھے ایوان میں اپنی تحریک کے حق میں اپنا موقف پیش کرنے کا حق دیا جائے۔

(سمیع الحق ممبر سینٹ)

تحریک استحقاق کے بارہ میں تقریر

جناب چیئرمین۔ اور کچھ ارشاد فرمائیں گے۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب میں بنیادی بات تو اس تحریک میں کہہ چکا ہوں اور میرا خیال یہ ہے کہ اگر شاید میری یہ رائے غلط ہو کہ کوئی بات مسئلہ آپ چیمبر سے مسترد نہیں کر سکتے۔ اور آپ کو یہ حق حاصل بھی ہو کہ آپ چیمبر سے مسترد کر سکتے ہیں پھر بھی میری گزارش یہ ہو گی کہ اب تک اس ملک میں جو روایات چلی آ رہی ہیں اور اس سے

پہلے کی حکومت موجودہ حکومت اور دنیا بھر کے ایوانوں میں ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک چیئر کا حق چیئرمین صاحب کو ہوتا بھی ہے لیکن وہ جمہوری روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایوان میں اس چیئر کو آنے کا موقع دیتے ہیں ۱۹۷۲ء، ۷۶، یا ۷۷ء تک میں نے اسمبلی کی تمام کارگذاری دیکھی تھی۔ اور ہر قسم کی جو تحریکیں وہاں بھیجی جاتی تھیں تو اس کے مسترد ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ چیئرمین صاحب یا سپیکر صاحب ایوان میں کرتے تھے۔ تو میرے سامنے جو آپ کے قواعد وضوابط ہیں اس میں مجھے کہیں بھی واضح طور پر یہ نہیں ملا کہ چیئرمین صاحب چیمبر میں بھی مسترد کر سکتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدھے گھنٹے تک گویا یہ ایوان اس فیصلہ کے بارے میں بحث کر سکتا ہے۔ کہ یہ تحریک التواء قابل قبول ہے یا نہیں ہے اس کے قانون کے مطابق ہونے یا نہ ہونے پر بھی آدھ گھنٹہ کم از کم بحث کی جا سکتی ہے۔ کل آپ نے فرمایا تھا کہ قواعد وضوابط ضروری ہوتے ہیں۔ ٹھیک ہے مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ بعض روایات کو بھی برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔ اگر آں جناب نے اسے ایوان میں آنے کے بعد مسترد کیا ہوتا تو آپ کو حق حاصل تھا اور میں اس کو تسلیم کر لیتا۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ آپ نے جو خط مجھے بھیجا ہے اس میں لکھا ہے کہ یہ نہ فوری عوامی اہمیت کا معاملہ ہے اور نہ ہی حالیہ وقوعہ ہے۔ تو میں نے جو الفاظ اپنی تحریک میں پیش کئے ہیں اس میں واضح طور پر کہا گیا ہے۔ کہ یہ ایک حالیہ وقوعہ ہے۔ وہ یہ کہ ایک ٹرین کراچی تک جاتی ہے۔ اور پروگرام کے مطابق اس کا سفر جاری ہے۔ تو میں یہ تو کہہ سکتا ہوں کہ یہ جاری عمل ہے۔ جیسے ۷۰۔ ۶۹ء سے فحاشی پھیلنے سے۔ میری تحریک کے بارہ میں بھی آپ نے یہی لکھا کہ یہ جاری عمل ہے۔ ٹھیک ہے۔ اگر برائی پہلے سے جاری ہے تو پھر تحریک التوا کے ذریعہ نہیں تو اور چیزوں کے ذرائع سے اس کو زیر بحث لائیں گے روکیں گے۔ لیکن جب ایک ٹرین راستے ہی میں اپنا پروگرام بدل دے اور کسی دشت وصحرا میں رک جائے تو وہ حالیہ وقوعہ ہوگا۔ یا اس کی سمت کراچی جانے کی بجائے کوئٹہ کی طرف ہو جائے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ حالیہ وقوعہ نہیں ہے۔

تو میں نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ اسلام کے بارہ میں پہلے جو کچھ تھا، اعلانات تھے وعدے تھے یا زبانی اقدامات تھے لیکن میں نے یہ کہا ہے کہ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد تو یہ بالکل رک گیا ہے اس لحاظ سے میں نے اسے حالیہ وقوعہ سے نشانہ نہی کی ہے۔ کہ پچھلے دو چار پانچ مہینوں سے وہ جوش وخروش وہ ولولہ جو ہمیں چاہئے تھا جو اس ریفرنڈم

> ریفرنڈم میں بیلٹ پیپر پر اسلام کا نام تھا اور صدر صاحب کا نام ہی نہیں تھا جب صدر صاحب اور اسلام لازم وملزوم قرار دئے گئے اور یہ اسمبلیاں اسی عمل کے لئے تشکیل دی گئیں اگر اس معاملے کو روک دیا یا سمت بدل دیا تو قوم یہ کہہ سکتی ہے کہ ہم اپنا ووٹ واپس لیتے ہیں ہمارا ووٹ جس چیز کے لئے مشروط تھا وہ خود بخود ختم ہو جائے گا

اور تمام انتخابات کے لئے بنیادی جواز پیدا کر رہا تھا۔ اگر وہ عمل رک جائے یا اس میں سستی آجائے تو اس سے وہ پورا قومی مقصد تباہ ہو جائے گا۔ جو صدر مملکت کو قوم نے دیا ہے کہ

ریفرنڈم میں بلیٹ پیپر پر اسلام کا نام تھا اور صدر صاحب کا نام ہی نہیں تھا جب صدر صاحب اور اسلام لازم و ملزوم قرار دئے گئے اور یہ اسمبلیاں اسی عمل کے لئے تشکیل دی گئیں اگر اس معاملے کو روک دیا یا سمت بدل دی تو قوم یہ کہہ سکتی ہے کہ ہم اپنا ووٹ ہی واپس لیتے ہیں ہمارا ووٹ جس چیز کے لئے مشروط تھا وہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔

تو میری گذارش یہ ہے کہ میری اس تحریک کو منظور فرمائیں اور اس ملک کا اہم ترین یہ سینٹ جو ہے اور اس مارشل لاء سے اہم ترین جو مسئلہ ہے۔ میں قاضی حسین احمد صاحب کی کل کی تقریر سے اتفاق کرتا ہوں کہ مارشل لاء قابل مذمت ہے۔ کیونکہ اس میں خدا اور رسولؐ نہیں ہوتا لیکن میں ایسی جمہوریت کو بھی مارشل لاء کی طرح ہر طرح قابل مذمت سمجھتا ہوں جو اللہ اور رسولؐ کے دین سے بالکل آزاد ہو۔ اگر مارشل لاء ہٹا کر صرف جمہوریت کی طرف آتے ہیں جو اصل مقصد کو نظر انداز کردے۔ تو پھر ہمارا وہ مقصد بحران سے نکلنا پورا نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں ایسا نظام عمل فوری طور پر سامنے لانا چاہئے جس میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی حاکمیت ہو نہ کہ مغربی جمہوریت اور نہ ہی مارشل لاء۔

تو میری گذارش ہے کہ آپ اس پر نظر ثانی فرمائیے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت، سنجیدگی اور سب کچھ دیا ہے۔ اور حالات پر آپ کی نظر ہے۔ اگر اسے مسترد کر دیا گیا تو اس کا اثر پورے ملک پر خراب پڑے گا۔

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے
لباس التقویٰ ذالک خیر

رپورٹنگ قومی اسمبلی
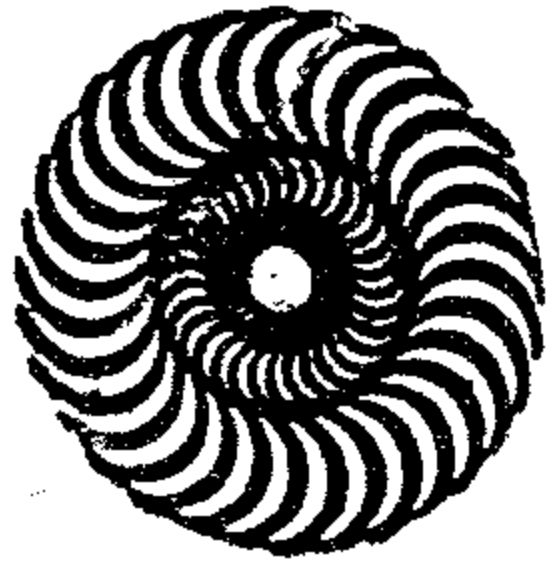
ہماری پہلی ضرورت اور پہلا مطالبہ اسلام کا نفاذ ہے

قومی اسمبلی میں مولانا عبدالحق مدظلہ کا پہلا خطاب

(بجٹ سیشن ۲۰ جون ۷۸ء گیارہ بجکر تیس منٹ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

جناب سپیکر اور معزز ایوان کے ارکان! میں بڑھاپے کی وجہ سے اور کمزوری کی وجہ سے سپیکر صاحب کی اجازت سے بیٹھ کر چند باتیں عرض کروں گا۔ سب سے پہلی چیز جو میرے ذہن میں آئی ہے۔ ہمارے محترم رکن نے جو تقریر فرمائی ہے اور اس میں اس نے کہا کہ ہمیں اسلامی معاشرے کی ضرورت ہے۔ میرے محترم بزرگو! آج ہم یہاں پر جو جمع ہوئے ہیں یہ اللہ کا احسان ہے کہ آٹھ برس کے بعد پھر سر جوڑ کے سوچنے کے لئے ہمیں اس ایوان میں بٹھلا رکھا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہیئے کہ قوم ہم سے کیا چاہتی ہے۔ اور اس ایوان تک پہنچانے میں کس منشور کا دخل تھا کہ ہم یہاں پر پہنچے۔ ہماری قوم اسلامی عدل، اسلامی انصاف اور اسلامی قوانین چاہتی ہے مجھے خود معلوم ہے۔ میرے حلقہ نوشہرہ کے لوگ بہت غریب ہیں بہت محتاج ہیں۔ ان کے سامنے جب یہ کہا گیا کہ تم عبدالحق کی تائید کیوں کر رہے ہو اس کے پاس نہ تو دولت ہے نہ مال ہے اور نہ کوئی قوت ہے۔ اس کی تائید کیوں کرو گے۔ تقریباً ساٹھ ہزار ووٹروں نے یک آواز ہو کر یہ کہا کہ ہمیں نہ دولت چاہیئے اور نہ کوئی اور چیز چاہیئے۔ ہمیں اللہ نے موقع دیا ہے اسلام کے نفاذ کا۔ ہم اسلام چاہتے ہیں۔ اسلام کے لئے ہم سب کچھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ایک جملہ میرے کانوں کا سنا ہوا تقسیم سے پہلے کا ہے۔ قائد اعظم جب پاکستان مانگ رہے تھے تو اس وقت قائد اعظم سے سوال کیا گیا کہ یہ سات کروڑ جو ہندو کے ہاتھ میں رہ جائیں گے۔ ان کا کیا ہوگا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ان سات کروڑ مسلمانوں کو میں نے اسلام کے لئے قربان کر دیا۔ اسلام آ جائے۔

میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارا مقصد اسلام کے وہ قوانین اور اسلام کا وہ عدل و انصاف ہے جس کا نمونہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر ان کے بعد خلفائے راشدین نے بتایا۔ دو مثالیں عرض کرتا ہوں ایک تو یہ کہ رسول اللہ ص تشریف فرما ہیں۔ آپؐ کے نواسے حضرت حسینؓ آپ کے زانو پر بیٹھے ہیں۔ اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ کو جو حضرت زیدؓ کے بیٹے ہیں دوسرے زانو پر بٹھایا اور دونوں کے سروں کو قریب کر کے یہ دعا فرمائی :- اللھم انی احبھما فاحب من یحبھما۔

"اے اللہ مجھے ان دونوں کے ساتھ محبت ہے"۔ دیکھئے ایک سید المرسلین شفیع المذنبین سید الکائنات فخر موجودات کے نواسے حضرت حسینؓ ہیں جب کہ دوسرا غلام زادہ ہے یعنی حضورؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کا بیٹا اسامہ۔ ایک شہزادہ ہے اور دوسرا غلام زادہ ہے۔ دونوں کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغل میں لے کر مذکورہ دعا فرمائی۔ یہ عدل وانصاف ہے۔

حضرت عمرؓ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کھانا کھا رہے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ سالن اور روٹی دونوں کو ملاتے نہیں تھے۔ ایک طعام کھاتے تھے۔ وہ کھانا کھا رہے ہیں اس وقت ایک گورنر وہاں موجود تھا۔ وہ آیا اور اس نے انہیں سلام کیا۔ اس کے بعد امیرالمومنین نے اسے کہا کہ آؤ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ وہ رعب و ہیبت کی وجہ سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے نوالہ منہ میں لے کر چبانا شروع کیا اس سے وہ نوالہ نگلا نہیں جا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ سمجھ گئے اور اس سے پوچھا کہ نوالہ کیوں نہیں نگل رہے۔ اس نے عرض کیا! حضرت یہ جَو کا آٹا ہے اور چھنا ہوا بھی نہیں۔ آپ تو مکہ کے بادشاہ ہیں آپ کو چھنا ہوا آٹا آسانی سے ملتا ہے آپ اسے کیوں نہیں کھاتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ میری کروڑوں رعایا تمام کی تمام چھنا ہوا آٹا یا میدہ کھاتی ہے؟ گورنر نے کہا یہ تو معلوم نہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سب کو یکساں روٹی ملتی ہوگی۔ تو انہوں نے فرمایا جب تک میری رعایا میں ایک بھی شخص بلا چھنا ہوا آٹا کھائے گا اس وقت تک میں چھنا ہوا آٹا نہیں کھاؤں گا۔ میدہ نہیں کھاؤں گا۔ پراٹھا نہیں کھاؤں گا۔

قوم نے قربانی دے کر پاکستان کے قیام کے لئے جو کوششیں کی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ اس ملک میں اسلام کا قانون رائج ہو۔ اس ملک میں دین کی تعلیمات رائج ہوں۔ اس ملک میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نظام رائج ہو۔ یہ جو ریفرنڈم کرایا گیا ہے یہ بھی اسی مقصد کے لئے تھا۔ اور اسی بنا پر ہم اسمبلی میں جمع ہوئے ہیں اسلام کا نام لے کر اسلام کا منشور لے کر ہم یہاں آئے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے یہ مطالبہ کرنا چاہئے کہ مظالم نہ ہوں بے انصافی نہ ہو۔ اس کے علاوہ اسلام میں ربوا اور جوا، سود حرام ہیں۔ منع ہیں۔ مگر اس بجٹ میں یہ چیز بھی آ گئی کہ یہاں پر کوئی چیز چوری یا رشوت کی ہو وہ بانڈوں کے ذریعہ تقسیم کی جائے اور چھپانے کے لئے آخر میں اجازت مل جاتی ہے۔ تو میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ اسلام نے قمار (جوئے) کی اجازت کسی وقت بھی نہیں دی۔ اس لئے بانڈوں کے ذریعے چوری اور رشوت حلال نہیں قرار دی جا سکتی۔

جناب سپیکر۔ مختصر! جناب وقت بہت کم ہے۔

مولانا عبدالحق۔ دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کالے دھن جو ہیں ان سے اپنے آپ کو بچائیں اور سب سے پہلے میں اپنے بزرگوں کے سامنے گذارش کروں گا کہ سب سے پہلے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اسلام اس ملک

میں نافذ ہو۔ ہم سب کچھ چھوڑ سکتے ہیں۔ بھوکے مر سکتے ہیں۔ نہ ہمیں مکان کی ضرورت ہے نہ کپڑے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اسلام کی ضرورت ہے۔ قوم ۷۷ء میں مجبور ہو کر سڑکوں پر آئی۔ پھر اس کے بعد ان کو تسلی دی گئی کہ اب اسلام نافذ ہو گا۔ یہاں کچھ قوانین شفعہ کے بارے میں، دیت اور قصاص کے بارے میں اور سود کے بارے میں بات ہوئی اور انہوں نے سفارش کی لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔

جناب سپیکر۔ شکریہ جناب

ایک شرعی مسئلہ پر خواتین کے بے جا بائیکاٹ کے موقعہ پر فرمایا

۱۲ ر جون ۸۵ء۔ گیارہ بجکر چالیس منٹ

مولانا عبدالحق۔ جناب عالی گذارش یہ ہے۔ کہ یہ ایوان اسلامی قوانین کا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ جو کچھ بھی ہم یہاں پر قوانین کے متعلق کہتے ہیں تو قوانین خدا اور خدا کے رسول ؐ نے بنائے ہیں۔ ہمیں ان کے نفاذ کا سوچنا ہے تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو قانون خدا اور خدا کے رسول ؐ نے بیان فرمائے آج ہم نے ان کو چھوڑ دیا۔ اور ان پر ہم ناراض ہو جاتے ہیں۔ خدا کے قانون، رسول ؐ کی حدیث پر عمل یہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔

ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ ان یکون لھم الخیرۃ۔

ایک مسلمان اور مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ ان کو خدا کا جو حکم سنایا جائے اس سے انکار کرے تو گذارش یہ ہے کہ یہاں پر پہلے جو کچھ مصارف بنائے گئے نئے بجٹ پر تنقید کی گئی اسلامی نقطۂ نگاہ سے اور معاشی نقطۂ نگاہ سے اس امر کا جائزہ لیا گیا کہ بجٹ میں آمدن کے ذرائع غلط ہیں اور اخراجات کے طریقے ناموزوں ہیں۔ اس پر ہمارے بعض دوست ناراض ہو جاتے ہیں کہ یہ ہمارے عیوب کو کیوں ظاہر کرتا ہے حالاں کہ ہمیں کوئی اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ اللہ کے قانون میں پیغمبر کو بھی ترمیم کا حق حاصل نہیں۔

ما کان لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحیٰ الی (الایۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا کوئی اختیار نہیں ہے کہ میں خدا کے قانون میں ذرا بھی تبدیلی کروں یہ میرا کام نہیں ہے۔ یہ اللہ کا قانون ہے تو ہم یہاں پر اسلامی قانون کے لئے آئے ہیں قوم سے ہم نے ووٹ لیا ہے۔ اسلامی قانون کی بجائے اب یہاں پر ہم اپنے نظریات اور اپنی باتوں کو پیش کرتے ہیں اگر کوئی حق بات کہتا ہے تو ہمارے بعض ممبر ناراض ہو جاتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ جس منشور کے تحت ہم یہاں آئے ہیں اسی کے مطابق ہمیں کام کرنا چاہئے۔

بیابہ مجلس شیخ الحدیث

افادات شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب : مولانا عبد القیوم حقانی

صحبتے با اہل حق

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی اور مولانا کمال الدین کا تذکرہ

یکم جون ۸۵ء بعد العصر حسب معمول حاضر خدمت ہوا، ملاقاتیوں اور مہمانوں کا ہجوم تھا۔ ادھر دار العلوم کے مدرس مولانا اسید اللہ صاحب تبلیغ میں چلّہ لگا کر واپس تشریف لائے تھے۔ اور اب وہ بھی حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیث نے دریافت فرمایا۔ کدھر تشکیل ہوئی تھی۔ انہوں نے عرض کیا بنوں اور سیالکوٹ وغیرہ۔
ارشاد فرمایا۔ سیالکوٹ تو ایک تاریخی شہر ہے۔ ایک زمانہ میں اس کا علمی شہرہ آفاق میں پھیلا ہوا تھا۔
علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی یہیں کے رہنے والے تھے۔ آپ شاید ان کی مسجد میں بھی حاضر ہوتے ہوں گے۔

عرض کیا جی ہاں! وہاں حاضری دی تھی۔ وہاں حاضر ہونے پر ایک خاص کیف، سکون اور ایمانی بہار محسوس ہوتی تھی۔ مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی (متوفی ۱۰۶۸ھ) کا مزار بھی یہاں ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔ ہاں مولانا کمال الدین (متوفی ۱۰۱۷ھ) کی مرقد بھی یہیں ہے۔ یہ وہی علامہ کمال الدین ہیں جو علامہ سیالکوٹی کے بھی استاد ہیں۔ اور حضرت مجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۳۴ھ) کے بھی استاد ہیں۔

مولانا اسید اللہ نے عرض کیا حضرت! چالیس روز کے تبلیغی سفر میں جگہ جگہ علماء، فضلاء، مدرسین، شرفاء اور معززین سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ جب انہیں معلوم ہوتا کہ مجھے دار العلوم حقانیہ سے نسبت ہے تو سب بے تابانہ آپ کا دریافت فرماتے۔ آپ کی صحت کے لئے دعائیں کرتے، سب آپ کو سلام کہتے اور دعاؤں کی درخواست کرتے

حضرت مدظلہ نے جواباً علیک وعلیہم السلام پڑھا اور سب کے لئے دعا فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ یہ ان حضرات کا حسن ظن ہے ورنہ میں تو لیس بشئ ہوں۔ ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے راستہ میں قبول فرما لیا۔ آپ کا تبلیغی سفر ہر لحاظ سے مبارک ہے۔ پھر علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی کا شہر دیکھنا اور ان اسلاف کے مرقدوں پر حاضری دے کر دعائے مغفرت کرنا، یہ تو نور علیٰ نور رہا۔

غائبین کی دلجوئی کا فکر

یکم جولائی ۸۵ء۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ذاتی ڈاک لے کر جب دفتر اہتمام میں حاضر ہوا تو آپ اضیاف، دور سے آنے والے مہمانوں، اساتذہ و طلبہ اور مخلصین و معتقدین کے ہجوم میں گھرے ہوئے تھے۔

مہمانوں میں علماء اور فضلاء کے علاوہ ایک فوجی کرنل جناب ارباب لشکر خان صاحب بھی حاضر خدمت تھے۔

جب حضرت مدظلہ نے دور سے مجھے دیکھا اور میرے ہاتھ میں فائل پر نظر پڑی تو اشارہ سے اپنے قریب بلایا دائیں جانب اپنے پہلو میں بٹھا کر آج کی تازہ ڈاک بھی سنتے رہے اور مہمانوں کے ساتھ مصروف گفتگو بھی رہے۔ کل کی ڈاک کے بیسیوں سے زائد جوابات تھے سنے، جوابات پر دستخط ثبت فرمائے۔ مجھے حیرت تھی کہ شدید مصروفیت اور حاضرین کی مکمل دلجوئی کے ساتھ ساتھ خطوط بھیجنے والے غائبین کی دلجوئی کرنا بھی غالب رہی۔ اور فرمایا۔ کل کی ڈاک کا کام زیادہ تھا۔ ممکن ہے تعجیل کی وجہ سے لفافوں پر پتے لکھنے میں کوئی کمی رہ گئی ہو۔ بیسیوں سے زائد خطوط کے جوابات سننے کے ساتھ ساتھ ہر لفافے پر پتے بھی چیک فرماتے رہے۔

بعض مہمانوں نے فقہی نوعیت کے مسائل دریافت کئے۔ تو مفتی غلام الرحمٰن صاحب کو بلایا۔ اور ان کی موجودگی میں مسائل کا جواب دیتے رہے۔ فرمایا، ہمارے دارالافتاء میں کئی مفتی حضرات کام کرتے ہیں جب بھی مسائل درپیش ہوں تو اوقات کار میں دارالافتاء تشریف لا کر اپنے مسائل کا جواب حاصل کریں۔

جب حاضرین کے سوالات کی کثرت کام میں مخل ہونے لگی تو مفتی صاحب موصوف کو ہدایت کی۔ کہ وہ حاضرین کی تشفی کریں۔ تاکہ دیگر اہم امور آ[illegible]

فقہی مسالک اور سلاسل تصوف ایک ہی تالاب کی مختلف نہریں ہیں

فوجی کرنل کا نام لشکر خان تھا۔ نام معلوم ہونے پر ارشاد فرمایا۔ ماشاء اللہ، اسم بامسمیٰ ہیں۔ نام بھی لشکر خان ہے اور بارہ سو فوجیوں کا لشکر بھی ماتحت ہے۔ ہماری دعا ہے کہ باری تعالیٰ آپ کو لشکر اسلام بنا دے۔ آمین

کرنل ارباب لشکر خان نے عرض کیا۔ حضرت! اللہ پاک نے گذشتہ روز خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت نصیب فرمائی۔ آپؐ نے خواب میں ارشاد فرمایا۔ دیکھو! سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ چشتیہ ایک چیز ہیں۔ قادریہ اور چشتیہ ایک چیز ہیں۔ قادریہ، چشتیہ ایک چیز ہیں۔ یعنی تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا۔

حضرت شیخ۔ جی ہاں! سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ چشتیہ ایک ہی تالاب کی دو مختلف نہریں ہیں۔ دونوں کا مرکز اور مخزن ایک ہے۔ پانی ایک ہے صرف راستے جدا جدا ہیں۔ دوسرے سلاسل تصوف اور مختلف فقہی مذاہب کا بھی یہی حال ہے۔ حنفیت، شافعیت، حنبلیت اور مالکیت، یہ سب ایک ہی تالاب کے متعدد اور مختلف نہریں ہیں۔ علوم نبوت کے تالاب سے سب کو پانی پہنچتا ہے۔ سب اسی ایک پانی سے دنیا کی سیرابی کرتے ہیں صرف راستے جدا ہیں مقصد بھی ایک ہے۔ بعض لوگ دانستہ طور پر تصوف کے ان سلسلوں اور فقہی مذاہب کو فرقہ واریت پر حمل کر کے دنیا کو گمراہ کرتے اور دھوکہ دیتے ہیں مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

بیعت عقبۂ ثانیہ اور حضرت عباسؓ

۶ رجولائی ۱۹۸۵ء۔ استاذی المحترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سینٹ کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد روانہ ہوئے اور جاتے ہوئے چند ایک مضامین میرے حوالے

گئے کہ احقر انہیں دیکھ کر کاتبِ الحق کے حوالے کر دے۔

مضامین دیکھے، ایک مضمون کا عنوان تھا " بیعتِ عقبۂ ثانیہ اور حضرت عباس "

عنوان کھٹکا، مضمون دیکھا تو واقعاتی اور تاریخی اعتبار سے صاحبِ مضمون نے حقائق کو جھٹلانے کی ناکام کوشش کی تھی۔ حسبِ معمول عصر کو حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی مجلس فیض و افادہ میں حاضرِ خدمت ہوا ڈیرہ، بنوں، چارسدہ اور چترال کے بعض قدیم فضلاء اور دارالعلوم کے بعض طلبہ بھی حاضرِ خدمت تھے۔ حضرت مدظلہ نے احقر سے دارالعلوم سے متعلق بعض ضروری حال احوال دریافت فرماتے اور یہ بھی دریافت فرمایا کہ ماہنامہ الحق کے کاتب کے لئے مضامین کے مسودات وغیرہ بھی موجود ہیں کہ اس کا کام چل سکے؟ احقر نے عرض کیا کہ الحق کے لئے مضامین کے مسودات حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے میرے حوالے فرمائے تھے وہی کاتب کے حوالے کر دئے ہیں البتہ ایک مسودہ ایسا بھی ہے جس کا مضمون مجھے کھٹک رہا ہے وہ کاتب کے حوالہ کرنے سے روک دیا۔ فرمایا کیا مضمون تھا۔ احقر نے عرض کیا مضمون میں حضرت عباس رض کا بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں شرکت کا انکار کیا گیا ہے۔ اور مضمون نگار نے لکھا ہے کہ " ہمارا موقف یہ ہے کہ حضرت عباس بیعتِ عقبۂ ثانیہ کے وقت موجود نہیں تھے۔ حضرت عباس کا بنو عباس کا جدِ امجد ہونے کی وجہ سے عباسیوں کی حکومت کے دوران آپ کی فضیلت کے قصے گھڑ لئے گئے۔ اور کتابوں میں درج کر دئے گئے۔ آخر کس بنا پر رسول اللہ صلعم انہیں اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ جب کہ ابوبکر صدیق رض اور عمر فاروق رض موجود تھے۔ جو ہر حال میں ان سے رتبہ و مقام میں بڑھ کر تھے۔

مضمون نگار لکھتا ہے حضرت ابوبکر رض جیسے اکابر کو محض پہرے دار کی حیثیت سے ٹھہرا دیا جائے اور جناب عباس رض کو ان کا ڈائریکٹر اور آں حضور صلعم کا کفیل اور وکیل بنا دیا جائے وغیرہ تو یہ قرینِ قیاس نہیں ہے۔

تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ ایامِ حج میں حضراتِ انصار کے تقریباً ۷۰ افراد مکہ معظمہ آئے اور انہوں نے عقبہ کے مقام پر حضور صلعم سے ملاقات کی اور آپ صلعم کو مدینہ منورہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ اس موقعہ پر آپ کے ساتھ آپ کے چچا حضرت عباس رض بھی موجود تھے۔ حضرت عباس نے انصار سے خطاب بھی کیا کہ اگر مدینہ منورہ میں آپ واقعۃً حضور صلعم کی حفاظت اور نصرت میں جان نثارانہ کردار ادا کر سکتے ہیں؟ پھر تو ہجرت کا معاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ انصار نے عرض کیا کہ ہم اپنی جان و مال اور عزت و آبرو اور اولاد سے بڑھ کر آپ صلعم سے محبت کرتے ہیں۔ اور آپ صلعم کی حفاظت کریں گے وغیرہ۔

حضرت شیخ الحدیث نے مزید فرمایا

اب جو لوگ بیعتِ عقبہ میں ان کی شرکت کا انکار کرتے ہیں تو جیہہ کی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ ان کا بحیثیت مسلمان شریک ہونے سے انکار ہو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ حضرت عباس اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے لیکن مطلق شرکت سے انکار، ایک حقیقت اور واضح ترین صداقت کا انکار ہے۔ اسی راستے اور اسی طرز انکار سے دین

کے احکام، اسلام کے تاریخی حقائق اور عظیم صداقتوں کے انکار کی راہ کھل جائے گی۔ اگر یہ بنیاد بنالی جائے کہ عباسیوں کو خوش کرنے کے لئے سیرۃ اور تاریخ کی اہم ترین کتابوں میں حضرت عباس کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے بیعت میں ان کی شرکت کا واقعہ گھڑ لیا گیا۔ پھر تو ہجرت، نظریۂ ہجرت، بیعت عقبہ اور اہم تاریخی واقعات کا آسانی سے انکار کیا جا سکتا ہے۔

میرے خیال میں صاحب مضمون کو دھوکہ ہوا ہے۔ یا وہ قصداً کسی نئے فتنے کی بنیاد رکھنے اور امت میں ایک نیا شوشہ برپا کرنے والے کسی بڑے ہاتھ کے اشارہ پر چل رہے ہیں۔ اسی دوران مہمان آتے رہے۔ حضرت مدظلہ ان سے مصافحہ بھی کرتے رہے اور بحث بھی جاری رکھی اور ارشاد فرمایا۔

باقی رہا یہ اشکال کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق جو صحابیت کے اعلیٰ ترین مقام و رتبہ پر فائز ہیں انہیں تو اس معاہدہ میں شریک نہیں کیا گیا جب کہ حضرت عباس جو رتبہ کے لحاظ سے ان کے ہم پلہ نہیں ہیں بلکہ ابھی تک مشرف بہ اسلام بھی نہیں ہوئے، انہیں معاہدہ میں شریک رکھا گیا۔ اور بقول مضمون نگار وہ حضور کے ڈائریکٹر بن کر معاہدہ میں ترجمانی کرتے رہے۔ یہ بات قرین قیاس نہیں۔

میرے خیال میں مضمون نگار کو یہاں بھی دھوکا ہوا ہے یا وہ قصداً دوسروں کو دھوکہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ قدرے تامل اور کشادہ ظرفی سے کام لیں تو یہ کوئی ایسا اشکال نہیں جسے قابل اعتنا سمجھا جا سکے۔

حضرت عباسؓ تو پیغمبرؐ کے چچا ہیں۔ جو شفقت و محبت اور بزرگی کے لحاظ سے بمنزلہ آپ (والد) کے ہیں۔ باپ کی عدم موجودگی میں چچا کو خاندانی بزرگ سمجھا جا سکتا ہے بیعت عقبہ میں انصار سے ایک معاہدہ تھا۔ عام اصول اور عرب کے معروف قاعدہ کے مطابق معاہدات کے نقض و ابرام کا استحقاق خاندانی افراد نسبی اقارب اور رشتہ دار کنبے کے بزرگ افراد کو حاصل ہوتا ہے۔ جو اس میں بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور نہ غیر خاندانی اور نسبی لحاظ سے دور کے افراد کی ایسے معاہدات میں شرکت لازمی ہوتی ہے۔

"تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس کی کئی ایک نظیریں بھی موجود ہیں مثلاً

ہجرت کے نویں سال جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر الحاج بنا کر چند اہم اعلانات ——— ان کے حوالہ کئے کہ آئندہ کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہیں کرے گا۔ کسی کو عریاناً (ننگے ہو کر) طواف کرنے کی اجازت نہ ہوگی وغیرہ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روانگی کے بعد صحابہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت! عام طور پر اہل عرب کا اصول یہ ہے کہ وہ حاکم یا امیر کے نسبی خاندانی اور عصبہ رشتہ دار کو معاہدات کے نقض و ابرام میں اہمیت دیتے ہیں۔ اور اس کے اعلانات کو قابل قبول سمجھتے ہیں۔ چونکہ حضرت ابوبکر آپ کے خاندانی عصبہ سے نہیں ہیں اس لئے لوگ ان کے اعلانات کو قابل اعتنا نہیں

سمجھیں گے۔ بہتر ہوگا کہ آپ اہم اعلانات کو سنوانے کے لئے اپنے کسی نسبی اور خاندانی رشتہ دار کو بھیج دیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس رائے کو پسند فرمایا۔ اور حضرت علی رضؓ کو بھیج دیا۔ حضرت علی ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت ابوبکر سے جا ملے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے دریافت فرمایا آپ امیر بن کر آئے ہیں یا مامور حضرت علی رضؓ نے عرض کیا۔ میں مامور بن کر آیا ہوں اور یہ کہ حضورؐ کی جانب سے دئے گئے اعلانات میں کروں گا۔ تاکہ معلوم ہو کہ احکام اور اعلان سنانے والا نبیؐ کے گھرانے کا فرد ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اور بارگاہِ نبوت میں حاضرِ خدمت ہو کر مزید اطمینان حاصل کیا۔

تو بات یہ ہے کہ معاہدات اور اہم قومی معاملات میں خاندانی افراد کو ترجیح دینا ایک اصولی بات ہے۔ حضرت عباس رضؓ چونکہ ایک خاندانی بزرگ تھے گو مسلمان نہ تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤید ضرور تھے۔ معاہدہ کے استحکام کے خواہاں تھے۔ اور ان کی شرکت سے عام عرف اور وہاں کے معروف طریقہ کے مطابق معاہدہ کو استحکام حاصل ہونا یقینی تھا۔

درجہ و رتبہ اور قدر و منزلت کے لحاظ سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کو جو عظمت و منزلت حاصل ہے یقیناً اس میں کوئی دوسرا ان کا ساجھی نہیں۔ مگر عصبہ اور خاندانی بزرگ ہونے کی حیثیت سے عرب کے عام اصول اور قاعدہ کی رو سے بیعت عقبہ کے معاہدہ میں شرکت کا حق حضرت عباس ہی کو حاصل تھا۔ اس سے نہ تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کے رتبہ و مقام میں کوئی فرق آیا اور نہ یہ ان کی توہین ہے۔ اس کو ایک دوسری مثال سے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ رتبہ اور قدر و منزلت کے لحاظ سے جو مقام کسی ملک کے نائب صدر یا فوجی سربراہ چیف آف سٹاف کو حاصل ہوتا ہے وہ ملک کے صدر کے کسی خاندانی عزیز یا بیٹے کو حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن صدر کے خاندانی امور، معاہدات اور اہم معاملات میں جو تقرب اور اہمیت اس کے اپنے بیٹے کو حاصل ہوتی ہے وہ ملک کے نائب صدر یا فوجی سربراہ چیف آف سٹاف کو حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ علی الترتیب حضورؐ کے بعد اول، دوم شخصیتوں کے مالک ہیں اس میں بیشک ان کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں۔ لیکن معاہدے کے لئے جو خاندانی تقرب اور عصباتی قربتیں حضرت عباس کو حاصل ہیں۔ اس میں حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق شریک نہیں ہو سکتے تو حضرت عباس ایک خاندانی بزرگ اور عصبہ کی حیثیت سے معاہدہ اور بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک رہے جس سے معاہدہ کو مزید استحکام حاصل ہوا۔ یہی بات قرین قیاس بھی ہے۔ اور عقل و نقل کے معیار کے ساتھ موافق بھی ہے۔

صرف رُوح افزا ہی رُوح افزا ہے
اس کا کوئی حریف نہیں
رُوح افزا کا منفرد فارمولا صدیوں کے تجربات اور مسلسل تحقیق کا حاصل ہے۔
اس کے اجزا اپنی تاثیر کی بنا پر جسم و جاں کو ٹھنڈک پہنچانے اور پیاس بجھانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔
رُوح افزا جیسا فرحت پہنچانے اور توانائی بحال کرنے والا کوئی دوسرا مشروب نہیں۔
رُوح افزا واقعی رُوح افزا ہے
ذائقے، خوشبو اور تاثیر میں بے مثال
رُوح افزا مشروبِ مشرق
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
آوازِ اخلاق
حلال روزی کمانا انسان کی روحانی زندگی کی بنیاد ہے

مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار نقشبندی

قسطِ پنجم

پرویز منکرِ حدیث ہے یا منکرِ قرآن؟

ایک تنقیدی جائزہ

قرآن کا معاشی نظام اور کمیونزم

پرویز کی ساری زندگی اور جد وجہد کا مقصدِ وحید ہی یہ ہے کہ قرآن سے کمیونزم کی تائید کرائی جائے اور قرآن کو معاذ اللہ کمیونزم کا آلہ کار ثابت کیا جائے۔ پرویز کہتا ہے کہ دنیا میں صحیح قرآنی اور اسلامی حکومت وہی ہو گی جو کمیونزم کو اپنے کلیات وجزئیات کے ساتھ نافذ کرے۔ جب کہ کمیونزم قرآن کے پیش کردہ معاشی نظام کی ضد ہے۔ اس کے اس دعوے کا صاف مطلب یہ ہے کہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہدِ رسالت میں جو حکومتِ الٰہیہ قائم کی تھی اس پر اور خلفائے راشدین کی قائم کردہ خلافتِ راشدہ پر قرآنی اور اسلامی حکومت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دونوں میں کمیونسٹ نظام نافذ نہیں تھا۔

گذشتہ قسط چہارم کے پیراگرافت ۴۳ - اور ۴۴ میں اسلامی نظام اور اسلامی دور کے بارے میں پرویز نے صاف اور واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ :-

> "اسلامی نظام چند دنوں کے لئے قائم ہوا۔ اس کے بعد ختم ہو گیا۔ اگر یہ نظام صداقت پر مبنی تھا اور اس میں آگے بڑھنے کی صلاحیت تھی تو یہ ہمیشہ کے لئے کیوں قائم نہ رہا۔ اور آج تک کہیں بھی قائم نہیں ہوا"

اور اسلام کے دورِ اوّل کو جو بہمہ وجوہ ایک مثالی اور مقدس دور تھا معاذ اللہ "دورِ وحشت کہا تھا"

کمیونزم کی اساس | کمیونزم اس پر قائم ہے کہ زمین اور تمام وسائل پیداوار کو بہ جبر قومی اور سرکاری ہیئت میں لیا جائے۔ مثلاً جملہ کارخانے، زراعت اور تجارت چھوٹے بڑے ادارے، مولیشی حتیٰ کہ بچے بھی معاشرے کی دولت ہوں گے۔ والدین کی ذاتی دولت نہیں۔ غرض کہ کمیونزم زمین اور تمام وسائل پیداوار کی اجتماعی

ملکیت کا نام ہے۔ جب کہ اسلام تمام انسانوں کے اموال اور جائیدادوں کی حفاظت اور ان میں ہر ناجائز تصرف کرنے کی مخالفت کرتا ہے۔ اور زمین کی انفرادی ملکیت کا قائل ہے۔ اسلام فرد اور جماعت دونوں کے مصالح ومفادات کی پوری رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے اس سلسلے میں ایک موزوں ومناسب درمیانی راہ اختیار کرتا ہے۔ جس میں نہ تو فرد کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ جماعت کے مفاد کو کوئی نقصان پہنچتا ہے۔ بہر حال اسلام از روئے قرآن وسنّت اس بات کو غلط قرار دیتا ہے کہ بغیر کسی اجتماعی ضرورت کے اور بغیر پورا معاوضہ دیئے ہوئے کسی کی ملکیت چھین لی جائے۔ قومی ملکیت کے نام سے لوگوں کی انفرادی ملکیتوں اور نجی جائیدادوں پر جبر و زبردستی سے قبضہ جما لینا کمیونزم کا پیدا کردہ تصور ہے قرآن کا نہیں۔

پرویز کمیونزم کا نام لئے بغیر اس کے پیش کردہ نظام کو من وعن قبول کرتا ہے۔ اور اسی نظام کو قرآن سے من مانی تاویلات کے ذریعے ثابت کرنے کے لئے اپنی پوری قوتیں صرف کی ہیں۔ اور بقول علامہ اقبال ع

تاویل سے قرآن کو بنا دیتے پاژند

اس نے قرآنی آیات کو اپنی باطل تاویلات کے ذریعے نہایت بے دردی سے مسخ کر دیا ہے۔

اب ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں پرویز کی کتابوں سے چند اندراجات پیش کرتے ہیں جن سے اس کے اشتراکی عقائد و نظریات کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔ ان اندراجات پر ہم اپنا تبصرہ بھی کریں گے۔

قرآن کی رو سے زمین کی ذاتی ملکیت جائز نہیں

۴۵۔ رزق کا بنیادی سرچشمہ زمین ہے۔ جسے انسانوں کے لئے سامانِ زیست مہیا کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اس لئے اس پر کسی کی ذاتی ملکیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے زمین کو خاص طور پر "ارض اللہ" (۱۱/۶۴) یعنی خدا کی زمین کہا ہے اور اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ کہ:۔

خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (۲/۲۹) یعنی زمین پر کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔" (کتاب التقدیر ص ۲۸۲)

مذکورہ عبارت میں جن دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کا زمین کی ذاتی ملکیت کے عدمِ جواز سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ پہلی آیت سورہ ہود کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ
وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ؁

ترجمہ۔ اے میری قوم یہ اونٹنی اللہ کی ہے اور تمہارے حق میں ایک نشان۔ اسے چھوڑے رہو کہ اللہ کی زمین پر چرتی کھاتی پھرے۔ اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ۔ ورنہ تم کو قریبی عذاب آپکڑے گا۔"

اس آیت میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم اللہ کی اونٹنی کو زمین پہ کھلا چھوڑ دو۔ کہ اللہ کی زمین میں گھاس چارہ کھاتی پھرے اور اپنی باری کے دن پانی پیتی رہے۔

ظاہر ہے کہ اس آیت کا زمین کی ذاتی ملکیت کے عدم جواز سے کوئی تعلق نہیں۔ البتہ از روئے استنباط اس آیت سے صرف یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ گھاس اور پانی پر کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتی اور سب لوگ اس سے فائدہ اٹھانے میں شریک ہیں۔ نبی علیہ السلام نے ان دونوں یعنی گھاس اور پانی کے ساتھ آگ کو بھی شامل کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ان تین چیزوں میں سب لوگ شریک ہیں۔

یعنی پانی، گھاس اور آگ۔

حدیث مبارک کے الفاظ یہ ہیں۔

النّاس شرکاءُ فی ثلاث فی الماءِ والکلاء والنّار (مصابیح السنۃ)

اب اس آیت میں لفظ "ارض اللّٰہ" سے پرویز نے یہ مطلب لیا ہے کہ زمین خدا کی ہے جس پہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ مطلب سراسر لغو اور باطل ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ صالح علیہ السلام کی قوم کے مطالبے پہ اس اونٹنی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک پہاڑ کی چٹان شق کر کے ظاہر فرما دیا تھا۔ مگر وہ اس معجزہ پہ بھی ایمان نہیں لائے اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ بالآخر خدا تعالیٰ نے ان کو پکڑ لیا اور ایک سخت ہیبت ناک آواز کے ذریعے پوری قوم کو ہلاک کر دیا۔

پرویز نے اپنی عبارت میں دوسری آیت یہ پیش کی ہے۔

خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ط

اور اس کے معنی یہ کئے ہیں ــــ "زمین پہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتی"

حالاں کہ اس آیت کا واضح مطلب یہ ہے کہ زمین کے تمام ذرائع پیداوار سے استفادہ کرنا تمام انسانوں کا حق ہے اور کسی ایک طبقے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے انسانوں کو محروم کر کے تمام ذرائع پیداوار پہ زبردستی قبضہ کرے۔ ہر انسان اپنی فطری قوت و صلاحیت اور فکر و عمل سے رزقِ حلال کا اکتساب کر کے حدودِ شریعت کے اندر اپنی شخصی اور ذاتی ملکیت میں اضافہ کر سکتا ہے اور مال و سرمایہ کا تفاوت فطرت و حکمت کے عین مطابق ہے۔ نصِ قرآنی ہے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ط (زخرف/۳۲)

ہم نے فطرتاً اکتسابِ معیشت کی قوتیں انسانوں میں تقسیم کی ہیں اور ان میں اونچ نیچ رکھی ہے تاکہ ایک

دوسرے سے کام لے سکیں۔ بیضاوی لکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کو اپنے کاموں کے لئے استعمال کرسکیں اوران میں الفت اور نظم قائم ہو تاکہ نظام عالم درست رہ سکے۔

جب کہ کمیونزم اور اشتراکیت کی اساس طبقات انسانی کی تفریق اور کشمکش پر قائم ہے۔ اور نظام عالم کی درستی کی بجائے اس کی قوائے فکریہ و عملیہ طبقاتی جدال وقتال کے لئے صرف ہورہی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کمیونزم براہ راست اسلام اور انسانی فطرت کے خلاف برسرپیکار ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ روس میں اشتراکی انقلاب کے ذریعے انفرادی ملکیتوں کو ختم کرنے اور نجی جائیدادوں کو بالجبر اپنے قبضے میں لینے کے لئے کروڑوں روسیوں کا خون بہایا جن میں مسلمان بھی شریک تھے۔

پرویز نجی جائیدادوں اور انفرادی ملکیتوں کو ختم کرنے کے جو خواب دیکھ رہا ہے وہ بڑے بھیانک ہیں اور ان کی عملی تعبیر لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کے کشت وخون اور ہلاکت و بربادی کی صورت میں مجسم نظر آرہی ہے۔

حادثہ وہ کہ ابھی گردش افلاک میں ہے
عکس اس کا مرے آئینۂ ادراک میں ہے

زمین پر ذاتی ملکیت کا سوال | ۴۶۔ زمین ذریعہ رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہوا، پانی، بارش کی طرح نوع انسانی کی پرورش کے لئے بلامزد و معاوضہ عطا کیا ہے اس پر ذاتی ملکیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ امت کی تحویل میں رہے گی۔ تاکہ وہ اس سے تمام افراد کو رزق پہنچانے کا انتظام کرے۔ زمین سے مراد ہے ہر وہ چیز جو زمین سے برآمد ہو۔ اس میں اناج اور مصنوعات کے لئے خام مسالہ سب آجاتے ہیں۔

ب۔ اس نظام میں کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ دولت نہیں رہ سکتی۔ اس لئے افراد کے لئے جائیدادیں کھڑی کرنے یا ویسے ہی روپیہ جمع کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

د۔ حتیٰ کہ اس میں انفرادی تجارت کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس میں دکاندار اشیائے ضرورت تقسیم کرنے کی ایجنسی ہوگا۔ اس سے نفع اندوزی کا ذریعہ نہیں بنایا جائے گا۔ اس کی محنت کا معاوضہ نظام کی طرف سے ملے گا۔ (قرآنی فیصلے ج ۳ ص ۵۵)

پہلے پرویز نے ہمیں یہ کہا تھا کہ زمین کی ذاتی ملکیت جائز نہیں اور اس عبارت نے ہمیں چند باتیں اور بھی بتائیں۔

اولاً۔ زمین سے جو چیز برآمد ہو، اس کو شخصی قبضے میں رکھنا جائز نہیں۔
ثانیاً۔ ضرورت سے زیادہ دولت نہیں رکھی جاسکتی۔

ثالثاً۔ افراد کو جائیدادیں خریدنے اور روپیہ جمع کرنے کا حق نہیں۔
رابعاً۔ انفرادی تجارت ممنوع ہے۔
خامساً۔ دکاندار اشیائے ضرورت کے نفع نقصان کا مالک نہ ہوگا بلکہ اس کو صرف محنت کا معاوضہ ملے گا۔

پرویز کی یہ تصریحات قرآنی نصوص کے قطعی خلاف ہیں۔ قرآن معاشرے کے ہر فرد کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت یہ حق دیتا ہے کہ کسب و عمل کے ذریعے انہوں نے جو کچھ حاصل کیا وہ ان کا حق ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط (النساء ۳۲)

یعنی مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو وہ کمائیں اور عورتوں کا حصہ ہے اس میں سے جو وہ کمائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرد اپنی کمائی کا آپ مالک ہے۔ اور یہ کمائی خواہ نقد کی صورت میں ہو۔ یا جنس کی صورت میں۔ کسی نظام کو اس غاصبانہ قبضہ کا حق حاصل نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ فرد کی کمائی پر اسلام نے کچھ حدود و فرائض عائد کئے ہیں۔ نقد کی صورت میں بصورت نصاب نفلی صدقات کے علاوہ ڈھائی فیصد زکوٰۃ فرض ہے جو حاجت مندوں کا حق ہے۔ اور اناج کی صورت میں عشر فرض ہے۔ اور مویشیوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

جب کہ انفرادی تجارت بھی قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ (النساء ۲۹)

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو۔

اس آیت میں تمام انسانوں کے اموال اور جائیدادوں کی حفاظت اور ان میں ہر ناجائز تصرف کرنے کی مخالفت کا بیان ہے۔ مذکورہ آیت کی رو سے نہ کسی فرد اور نہ حکومت کو یہ اجازت ہے کہ وہ افراد کی انفرادی ملکیتوں پر جبر و زبردستی یا دھوکہ اور فریب سے قبضہ جمائیں یا مناسب معاوضہ دئے بغیر انہیں قومی ملکیت میں لیا جائے اور جائز صورتوں میں ایک صورت تجارت کی ہے جو فریقین باہمی رضامندی سے خرید و فروخت کے ذریعے ایک دوسرے کا مال حاصل کریں۔ پھر تجارت کے معنی عام طور پر بیع و شراء یعنی خرید و فروخت کے لئے جاتے ہیں۔ مگر تفسیر مظہری میں اجارہ یعنی ملازمت و مزدوری اور کرایہ کے معاملات بھی تجارت میں داخل قرار دیا ہے۔ کیونکہ بیع میں تو مال کے بدلے مال حاصل کیا جاتا ہے اور اجارہ میں محنت و خدمت کے بدلے مال حاصل کیا جاتا ہے۔ لفظ تجارت ان دونوں کو حاوی ہے۔ احادیث میں تجارت کا نہ صرف جواز بلکہ فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ (ترمذی)

ترجمہ۔ سچا تاجر جو امانت دار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

قرآن وحدیث کی ان تصریحات کے پیشِ نظر بآسانی یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ زمین اور ذرائع پیداوار جن میں انفرادی تجارت بھی شامل ہے کے بارے میں پرویز کے دعاوی کس قدر لغو اور باطل ہیں۔

قرآن کی رو سے زمین کی انفرادی ملکیت

۴۷۔ انفرادی مفاد سے مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص ذاتی سرمایہ لگا کر کوئی کاروبار کرے۔ اور اس کاروبار کے منافع کا مالک سمجھا جائے۔ اس سوال کے جواب کے لئے روپیہ کے متعلق قرآن کا نظریہ سامنے رکھئے بات خود بخود صاف ہو جائے گی قرآن کی رو سے۔

(الف) زمین کی انفرادی ملکیت جائز نہیں اس لئے فاضلہ روپیہ سے زمین نہیں خریدی جاسکتی۔

(ب) جب زمین نہیں خریدی جاسکتی تو ظاہر ہے جائیداد کی غرض سے مکانات بھی نہیں بنائے جاسکتے۔ قرآن کی رو سے معاشرہ پر لازم ہے کہ وہ تمام افراد کے لئے سکنی مکانات مہیا کرے۔ اس لحاظ سے بھی مکانات کرایہ پر دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ج۔ روپیہ کو جمع نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قرآن کی رو سے چاندی اور سونے کا اکتناز منع ہے۔ (قرآنی فیصلے ج ۳۔ صفحہ ۱۲۱)

مذکورہ عبارت میں چار باتوں کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ ذاتی کاروبار کے منافع کا مالک نہیں دوم یہ کہ کاروبار کے منافع سے زمین نہیں خریدی جاسکتی۔ سوم یہ کہ فاضلہ روپیہ سے مکانات بھی نہیں خریدے جاسکتے۔ اور یہ کہ کرایہ مکانات کا دینا، لینا سب جائز ہے۔ چہارم یہ کہ روپیہ جمع کرنا جائز نہیں۔

پرویز کی یہ سب باتیں لغو اور من گھڑت ہیں۔ اور قرآن سے ان کاروبار کا بھی تعلق نہیں۔ یہ سب باتیں اشتراکیت کے لٹریچر سے اخذ کی گئی ہیں۔ اور بڑے دجل وفریب سے قرآن کا لیبل چسپاں کیا گیا ہے۔

ہم نے ابھی ابھی مختلف آیاتِ کریمہ کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ انفرادی تجارت جو ذاتی کاروبار کی ایک شاخ ہے۔ از روئے قرآن بالکل جائز اور مستحسن ہے اور اس منافع پر شرعی حدود وفرائض کے علاوہ کوئی خارجی پابندی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اس منافع اور فاضلہ روپیہ سے زمین خریدنا۔ مکانات بنوانا یا اور کوئی مباح کام کرنا سب جائز ہے۔ قرآن میں یہ کہیں نہیں آیا کہ فاضل دولت سے زمین یا مکانات نہیں خریدے جاسکتے۔ قرآن کی رو سے دولت کا وہ اکتناز ممنوع ہے جو قارون کی دولت کی طرح اس پر تلے لگے ہوئے ہوں۔ اور اس میں سے شرعی واجبات یعنی زکوٰۃ وعشر ودیگر صدقات ادا نہ کئے جاتے ہوں۔ قرآن چاہتا ہے کہ دولت کی گردش صرف مالداروں تک محدود نہ ہو۔ بلکہ اس سے معاشرے کے تمام افراد جن میں محتاج اور فقیر بھی شامل ہیں سب کے سب مستفید ہوں۔ (جاری ہے)

مسلسل

مولانا شمس تبریز خان صاحب
رفیق مجلس تحقیقات و نشریات لکھنؤ

تاریخ اسلام میں

شیعیت و باطنیت کا منفی کردار

حرم محترم کی بے حرمتی اور حجر اسود کی چوری

۳۱۱ھ میں سلیمان بن الحسن کا فتنہ کھڑا ہوا۔ اس نے امیر بصرہ سبکا مفلحی کو قتل کر کے بصرہ کا خزانہ بحرین بھیج دیا۔ اور ۳۱۲ھ میں مثہیر میں ۲۰ محرم کو حاجیوں کو شہید کر کے ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا۔ پھر ۳۱۳ھ میں کوفہ میں غارت گری کی۔ ۳۱۵ھ میں مسلمان کمانڈر ابن ابی الساج کو شکست دی اور اسے قید کر لیا۔ ۳۱۷ھ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر طواف کرنے والے حاجیوں کا قتل عام کیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں تین ہزار حاجیوں کو شہید کیا۔ اور سات سو کنواریوں کا اغوا کیا۔ اور حجر اسود کو اکھاڑ کر بحرین، پھر کوفہ بھیج دیا۔ جہاں سے وہ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن یحییٰ (نیشا پور کے عامل زکوٰۃ) کے ہاتھوں سے ۳۳۹ھ میں مکہ معظمہ واپس بھیجا گیا۔ سلیمان بن الحسن ۳۱۸ھ میں بغداد گیا۔ جہاں مقام ہیت میں ایک خاتون نے اپنی چھت سے پتھر پھینک کر اس کا کام تمام کر دیا۔ جیسا کہ اوپر بھی گذرا۔

توہین حرم کے اس المناک واقعے کی تفصیلات ابن خلدون[1]، احسن امین[2] اور ابن کثیر[3] اور بہت سے مورخوں نے لکھی ہیں۔ ہم یہاں ابن الاثیر (م ۶۳۰ھ) کا بیان نقل کرتے ہیں وہ ۳۱۷ھ کے حوادث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> " اس سال لوگوں کے ساتھ منصور دیلمی نے حج کیا اور بغداد سے مکہ گیا۔ راستے میں تو امن رہا مگر مکہ مکرمہ میں ابو طاہر قرمطی نے یوم الترویہ میں ان پر حملہ کیا۔ اور اس کے ساتھیوں نے حاجیوں کو لوٹا اور انہیں مسجد حرام بلکہ بیت اللہ کے اندر بھی قتل کیا۔ اور حجر اسود کو اکھاڑ کر ہجر (بحرین) بھیج دیا۔ اس موقع پر ابن محلب امیر مکہ اشراف کی ایک جماعت کے ساتھ حاجیوں کی طرف سے سفارشی بن کر گئے۔ مگر اس نے ان کی ایک نہ سنی اور اس سے جنگ میں سب مارے گئے۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون ۳۷۹/۴ [2] ظہر الاسلام ۱۳۳/۴ [3] البدایہ والنہایہ ۱۱/ ۱۶۰ - ۱۴۹

ابو طاہر نے بیت اللہ کا دروازہ بھی کھود دیا۔ اور ایک آدمی کو میزاب رحمت اکھیڑنے کے لئے اوپر چڑھایا۔ جہاں سے وہ گر کر مرا۔ مقتول حاجیوں کو اس نے چاہ زمزم میں ڈلوایا۔ اور باقی کو مسجد حرام میں بغیر غسل و کفن اور بغیر جنازہ کے دفن کرا دیا غلاف کعبہ کو اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا۔ اور اہل مکہ کے گھروں کو لوٹ لیا۔

جب اس کی خبر (شیعی حکمران) المہدی ابو محمد عبید اللہ علوی کو افریقہ میں ملی تو اس نے اس پر احتجاج کرتے ہوئے اسے لکھا۔ کہ "تم نے ایسا کر کے ہمارے شیعوں اور ہماری حکومت کے داعیوں کے بارے میں کفر والحاد کا شبہ ثابت کر دیا۔ اور اگر تم اہل مکہ اور حجاج کا مال اور حجر اسود کو اس کی جگہ، اور غلاف کعبہ کو واپس نہ کرو گے تو میں تم سے دنیا و آخرت میں بری ہوں"

جب ابو طاہر کو یہ خط ملا تو اس نے حجر اسود کو واپس کیا۔ اور اہل مکہ کا کچھ مال بھی واپس کیا۔ اور غلاف کعبہ اور حجاج کے مال کے بارے میں یہ عذر کیا کہ اس کی تلافی پر وہ قادر نہیں۔

قرامطہ کا یہ امیر ابو طاہر (لعنہ اللہ) اس موقع پر باب کعبہ پر بیٹھا ہوا تھا اور حاجی اس کے آس پاس قتل کئے جا رہے تھے اور مسجد حرام و شہر حرام اور یوم الترویہ میں (جو اشرف الایام ہے) معصوم حاجیوں پر تلواریں چل رہی تھیں اور وہ یہ بیت پڑھ رہا تھا کہ ؎

انا للہ و باللہ انا یخلق الخلق وافنیھم انا

ترجمہ:- میں اللہ کا ہوں اور اللہ کے ذریعے ہوں۔ وہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور میں انہیں فنا کرتا ہوں۔

لوگ ان قاتلوں سے بھاگ کر کعبہ کے پردوں سے چمٹتے تھے۔ مگر اس کا بھی لحاظ کئے بغیر شہید کئے جاتے رہے اسی طرح حالت طواف میں بھی شہید ہوتے رہے۔ اس دن ایک بزرگ طواف کر رہے تھے ختم طواف پر ان پر بھی تلواریں پڑیں۔ انہوں نے مرتے وقت یہ شعر پڑھا ؎

تری المحبین صرعیٰ فی دیارھم کفتیۃ الکھف لا یدرون کم لبثوا

ایک قرمطی مطاف میں داخل ہوا جو سوار تھا اور شراب پیئے تھا۔ اس کے گھوڑے نے بیت اللہ کے پاس پیشاب کیا۔ اس نے حجر اسود کو ایک کلہاڑی سے مار کر توڑ دیا اور پھر اکھاڑ لیا۔ اور اس لعین نے مسجد حرام میں ایسا الحادی اقدام کیا جو پہلے اور بعد میں کسی نے نہیں کیا۔ اس شرمناک حرکت پر انہیں ان کی شدت کفر و زندقہ نے آمادہ کیا تھا قرمطی مکہ میں گیارہ دن رہا۔ اور جب اپنے وطن لوٹا تو اللہ نے اس کے بدن پر ایک طویل عرصے تک عذاب

انزل کیا جس سے اس کے اعضا کٹ کٹ کر گرتے تھے۔ اور اس کے گوشت سے کیڑے ٹپکتے تھے (ص ۲۰۳)
اللہ تعالیٰ پہلے ڈھیل دیتا ہے پھر بڑے زور سے پکڑتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان اللہ لیملی للظالم حتی اذا اخذہ لم یفلتہ
اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو وہ بچ نہیں پاتا۔
پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی۔

ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون۔ انما یؤخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار
الصلہ کا مصنف لکھتا ہے کہ ابو طاہر نے کعبہ کے دروازے اکھیڑ دئے۔ اور اس کا غلاف اتار لیا۔ اور اس وجودہ خلفاء کے وہ آثار لوٹ لئے جو انہوں نے بطور زینت وہاں رکھے تھے۔ اس کے حضرت ماریہؓ کے کانوں کے در ے۔ حضرت ابراہیمؑ کے مینڈھے کے سینگ اور عصائے موسیٰ جو سونے جواہرات سے جڑے ہوئے تھے[1]

حجر اسود ۳۳۹ھ میں واپس ہوا۔ چنانچہ ابن اثیر اس سال کے حوادث میں لکھتے ہیں۔

"اس سال قرامطہ نے یہ کہہ کر حجر اسود واپس کیا کہ اسے ہم حکماً لے گئے تھے اور حکماً واپس لائے ہیں۔ امیر بجکم نے انہیں حجر اسود کی واپسی کے لئے پچاس ہزار دینار کی پیش کش کی تھی۔ مگر وہ اس پر راضی نہیں ہوئے اور اس سال ذیقعدہ میں بغیر کسی معاوضہ کے واپس کر دیا۔ وہ پہلے حجر اسود کو کوفہ لائے اور اس کی جامع مسجد میں لٹکا دیا۔ جب لوگوں نے دیکھا تو اسے مکہ واپس لے گئے۔ قرامطہ نے حجر اسود بیت الحرام سے ۳۱۷ھ کو اکھاڑا۔ اس طرح وہ بائیس سال ان کے پاس رہا[2]

احمد امین حرم میں قتل عام کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:۔

ابو طاہر گھوم پھر کر اپنے ساتھیوں کو قتل پر یہ کہہ کر ابھارتا تھا کہ ان کفار اور بت پرستوں پر خوب حملے کرو۔ (اجھزوا علی الکفار وعبدۃ الاحجار) اس نے اور اس کے ساتھیوں نے وہاں بارہ دن قیام اور قتل و غارت کا ایسا اقدام کیا جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں[3]

باطنیہ کا عروج و زوال باطنیہ کی سیاست جب تک خفیہ رہتی تو عوام اس کے فریب میں آ جاتے۔ پھر جب میں ان کی اسلام دشمنی کا علم ہوتا تو ان سے بیزار ہو جاتے۔ اس کے علاوہ سیاسی جوڑ توڑ اور داؤ پیچ کے ذریعہ

---

[1] الکامل ۱/۲۰۳ (بیروت ۱۳۹۰ھ ۱۹۶۸ء) [2] ایضاً ۶/۳۳۵) [3] ظہر الاسلام ۴/۱۳۳ (بیروت ۱۹۶۹ء

بھی مسلم علاقوں پر قابض ہو جاتے تھے۔ اور اقلیت میں ہونے کے باوجود مسلم اکثریت پر حکمرانی کرتے تھے۔ عبدالقاہر بغدادی لکھتے ہیں :-

"مصر پر جب اخشدیہ کی حکومت تھی تو ان کے بعض لوگوں نے عبیداللہ باطنی کا ساتھ دیا جس نے قیروان پر قبضہ کر لیا۔ پھر ۳۶۳ھ میں فاطمی باطنیوں نے القاہرہ کی بنیاد رکھی جہاں ان کے پیرو رہتے ہیں۔ مگر اہل مصر ہمارے زمانے تک دین سنت پر قائم ہیں اگرچہ خراج انہیں دیتے ہیں"

ابوشجاع فناخسرو بن بویہ نے مصر کو باطنیہ سے چھیننے کی تیاری کی مگر موت نے اسے مہلت نہ دی۔ فناخسرو کے بعد باطنی زعیم مصر نے مشرقی اسلامی ممالک پر اپنا تسلط جمانا چاہا۔ اور انہیں اپنی بیعت کی دعوت دی۔ قابوس بن وشمگیر نے اسے جواب دیا کہ :-

"میں تمہیں صرف بیت الخلاء میں یاد کرتا ہوں"

ناصر الدولہ ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن سیمجور نے اس کے خط کی پشت پر یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کی سورت لکھ بھیجی۔ اور نوح بن منصور سامانی نے باطنی سفیروں کو قتل کر دیا۔ البتہ جرجان اور خوارزم کے بعض حکمران اس کے فریب میں آگئے۔ مگر باطنیت کی نحوست کے سبب اپنے ملک اور اپنے ساتھیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

پھر سلطان محمود غزنوی (م ۴۲۱ھ) نے ان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اور باطنی داعیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ ابوعلی بن سیمجور جو ان سے ملا ہوا تھا۔ اس نے بھی اپنے کئے کا پھل پایا۔ اور اسے والی خراسان نوح بن منصور نے گرفتار کرکے سلطان محمود کے پاس بھیج دیا۔ اور وہ غزنی کے اطراف میں مارا گیا۔ ابوالقسم حسن بن علی الملقب بہ "دانشمند" ابن سیمجور کا داعی تھا۔ اسے بکفوزان (سامانی فوج کے حاجب) نے نیشاپور میں قتل کیا۔ تاہرت کا امیرک طوسی بھی باطنی ہو گیا تھا چنانچہ اسے بھی غزنی بھیجا گیا اور قتل کیا گیا۔

ہندوستان میں اہل ملتان میں بھی بہت سے باطنی تھے چنانچہ سلطان محمود نے ہزاروں باطنیوں کو قتل کیا اور ایک ہزار کے ہاتھ کاٹے اور اس طرح ان کا خاتمہ ہوا۔ اس تفصیل سے ہمارا مقصد باطنیت کی شامت و نحوست دکھانا تھی کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔[۱]

مولانا سید عبدالحی صاحب حسنی لکھتے ہیں :-

---

[۱] الفرق بین الفرق للبغدادی ص ۲۶۵-۲۷۷ قاہرہ ۱۹۱۰ء۔

"مصر پر اسماعیلی مذہب کی حکومت کا قبضہ ہوا تو اس حکومت و مذہب کے مبلغین سندھ پہنچے۔ ملتان کے امراء و ملوک نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔ اور اس علاقے کے باشندے شیعی اسماعیلی ہوگئے۔ یہ واقعہ غالباً مستنصر عبیدی حاکم مصر کے زمانہ کا ہے۔ پھر اس علاقے میں فتنوں اور ہنگاموں کا ایک طویل سلسلہ رہا ہے مصر سے برابر مبلغوں اور داعیوں کے وفود آتے رہے۔ قرامطہ بھی سندھ پہنچے۔ اور ان کی دعوت بھی لوگوں نے قبول کرنا شروع کی۔ اب اس علاقہ کے لوگ مذہبی حیثیت سے دو گروہوں میں بٹ گئے۔ کچھ اسماعیلی مذہب کو مانتے تھے کچھ قرامطہ کے گروہ میں شامل ہوگئے۔ یہ انتشار سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک رہا۔ اہل ملتان سے سلطان محمود غزنوی نے جنگ کی۔ اور بالآخر وہ لوگ اس کے حلقہ بگوش ہوگئے۔ پھر اس کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے اس علاقے کے ملاحدہ سے جنگ کی، اور ان کو گجرات کی طرف دھکیل دیا۔"[1]

سلطانہ رضیہ کے ابتدائی عہد میں نور ترک نامی شخص کے ایما سے قرامطہ و ملاحدہ گجرات، سندھ اور دہلی میں جمع ہو گئے۔ اور اہل اسلام کے درپے ہوگئے۔ نور ترک کی تقریر میں اوباشوں کا مجمع ہو جاتا۔ اور وہ علماء اہلسنت کو ناصبی، مرجی قرار دیتا تھا۔ اور حنفی و شافعی علماء کے خلاف بھڑکاتا تھا۔

اس کے ساتھ ایک دن انہوں نے جمعہ ۶ رجب ۶۳۴ھ کو ایک ہزار مسلح افراد نے جامع مسجد دہلی کو دو رویہ گھیر لیا۔ ایک جماعت مسجد کے شمال سے آئی اور دوسری بزازوں کے بازار کی طرف سے مدرسہ معزی میں اسے جامع مسجد سمجھ کر داخل ہوگئی۔ اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ اور جب یہ شور و غل باہر پہنچا تو بہت سے مسلح مسلمان جامع مسجد میں پہنچ گئے۔ اور قرامطہ سے لڑنے لگے۔ جامع مسجد کے اوپر سے ان پر اینٹ پتھر برسائے اور تمام قرامطہ کو واصل جہنم کر دیا۔[2]

۴۹۴ھ میں امیر بزغش نے سلطان سنجر کی مدد سے باطنیہ کے بہت سے علاقوں کو مسخر کیا پھر سلطان محمد برکیاروق نے ۵۰۰ھ میں ایک مشہور باطنی احمد بن عبدالملک بن عطاش پر حملہ کیا۔ جو اصفہان کے قریب قلعہ بند تھا۔ اس نے طرح طرح سے سلطان کو فریب دینے کی کوشش کی۔ مگر سلطان اپنے عزائم میں کامیاب رہا۔ اور باطنیہ کا یہ قلعہ پوری طرح مسخر کر لیا گیا۔ اور ابن عطاش اور اس کے لڑکے کے سر بغداد بھیج دیے گئے

---

[1] اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ص ۲۹۳، اعظم گڈھ ۱۹۶۹ء

[2] طبقات ناصری۔ از منہاج سراج ص ۹۸ - ۹۹ - لاہور ۱۹۵۲ء

ان عطاش کے فتنے کو سرکوبی میں بارہ سال لگے۔

اسی طرح سلطان نے حسن بن الصباح کا بھی خاتمہ کیا جو ۲۶ سال سے قلعہ الموت کو اپنا باطنی مرکز بنائے ہوئے تھا۔ شروع میں سلطان کو دشواری پیش آئی۔ تو اس نے امیر انوشتگین شیرگیر سے مدد لی۔ وہ جب کسی باطنی قلعہ پر قابو پاتا تو قلعے والوں کو قلعہ الموت کی طرف ساتھ چلنے پر مجبور کر دیتا۔ اور امراء کو پابندی کے ساتھ باطنیوں کے محاصرے پر لگائے رکھتا۔ آخر میں حسن بن الصباح نے مجبور ہو کر عورتوں اور بچوں کو فریادی بنا کر بھیجا۔ مگر سلطان نے انہیں واپس قلعہ میں بھیج دیا جہاں راشن کی قلت کے سبب حسن بن صباح انہیں روزانہ ایک آدمی کو ایک روٹی اور تین اخروٹ دیتا تھا۔

اسی دوران سلطان محمد بن ملک شاہ کی موت سے باطنیوں کو کچھ اطمینان ملا۔ اور محاصرہ کرنے والی فوج میں بددلی پیدا ہوئی۔ مگر امیر شیرگیر نے انہیں سمجھایا کہ اگر ہم محاصرہ اٹھا لیتے ہیں تو باطنی ہمیں شکست دے کر مال و اسباب پر قبضہ کر لیں گے۔ اس لئے ہمیں فتح تک ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ ورنہ کم از کم تین دن ٹھہرنا چاہیئے۔ تاکہ ہمارا بوجھ کم ہو جائے اور بقیہ سامان جلا کر ختم کر دیں۔ اس پر فوج راضی ہو گئی۔ مگر شام کو بغیر مشورہ کے واپس جانے لگی تو مجبوراً امیر شیرگیر ان کے ساتھ واپس چلا گیا اور باطنیہ نے ان کا باقی ماندہ اسباب لوٹ لیا اور یہ مہم ناتمام رہ گئی [1]

اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں:۔

حسن بن صباح ۳۵ سال قلعہ الموت پر قابض رہا۔ اس عرصے میں ایک دن کے لئے کبھی اس قلعہ سے باہر نہیں نکلا۔ آخر ۹۰ سال کی عمر پا کر ۵۱۸ھ میں بتاریخ ۲۸ ربیع الآخر فوت ہوا۔

حسن بن صباح کی موت کے بعد اس کے شاگردوں میں سے ایک شخص جس کا نام کیا بزرگ امید تھا قلعہ الموت کا حاکم اور حسن کا جانشین قرار دیا گیا۔ رکن الدین خورشاہ فدائیوں کا آخری بادشاہ تھا جس کو ہلاکو خان نے بربادی بغداد سے ایک سال پیشتر ۶۵۵ھ میں گرفتار کر کے فدائیوں کی دولت و حکومت کا خاتمہ کر دیا [2]

باطنیوں اور فدائیوں کا خاص نشانہ عالم اسلام کے ممتاز افراد ہوتے تھے۔ ان کی اس دہشت پسندی کے سبب

---

[1] تاریخ الامم الاسلامیہ: محمد بک خضری۔ ص ۵۹۵ تا ۶۰۰ ملخصاً (قاہرہ ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء)

[2] تاریخ اسلام ۳/ ۲۳۴۔ دہلی ۱۹۸۴ء۔

عوام سے لے کر علماء و حکام تک کوئی بھی اپنے کو خطرے سے باہر نہیں سمجھتا تھا۔ ان کے ہاتھوں مقتول عوام کی تعداد تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ البتہ مؤرخوں نے ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے مشاہیر کے نام گنائے ہیں۔ اکبر شاہ خاں صاحب رقم طراز ہیں:۔

"ان ملحد فدائیوں کے ہاتھ سے جو لوگ قتل ہوئے۔ ان میں خواجہ نظام الملک طوسی، عظیم سلطان الپ ارسلان، ملک شاہ سلجوقی، فخر الملک بن خواجہ نظام الملک، جناب شمس تبریزی، پیر طریقت مولوی رومیؒ، نظام الملک مسعود بن علی وزیر خوارزم شاہ، سلطان شہاب الدین غوری اور بعض عباسی سلاطین بھی خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اور حضرت امام فخر الدین رازیؒ کو بھی ملاحدہ نے قتل کی دھمکی دی تھی۔ مگر وہ بچ گئے۔"[1]

فاطمیین یا عبیدیین مصر مشرق میں قرامطہ جس طرح اسلام دشمنی میں سرگرم تھے اسی طرح مصر اور افریقہ میں فاطمیین نے تشیع کو فروغ دیا۔ اور اہل سنت پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ اس کی تفصیلات بڑی تاریخوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسماعیلی ملحدوں اور ملاحدہ کے علاوہ قرامطہ نے اسلام کی بیخ کنی کے لئے کھلا تشدد کا راستہ اپنایا مگر فاطمیین نے تقیہ کے پردے میں اپنا یہ کام جاری رکھا۔

اکبر شاہ خاں لکھتے ہیں:۔

"سلطان العادل الملک نور الدین محمود پہلے سے سلطان صلاح الدین ایوبی کو لکھتے رہتے تھے کہ تم مصر میں خلیفہ بغداد کے نام خطبہ پڑھواؤ۔ مگر صلاح الدین یہ معذرت کر دیا کرتا تھا کہ اگر عاضد عبیدی کا نام خطبے سے نکال دیا گیا تو اندیشہ ہے کہ مصر میں سخت فساد اور فتنہ برپا ہو جائے گا۔ شیعوں اور پچاس ہزار سوڈانیوں کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد سلطان العادل نے پھر صلاح الدین کو لکھا کہ عاضد کے نام کا خطبہ موقوف کر کے خلیفہ مستضئ عباسی کے نام کا خطبہ پڑھواؤ۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بادشاہ عاضد بیمار اور مرض الموت میں گرفتار تھا چنانچہ اس حکم کی تعمیل محرم ۵۶۷ھ کے پہلے جمعہ کو جامع مسجد قاہرہ کے منبر پر بغداد کے عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور کسی شخص نے اس کو ناپسند نہیں کیا۔ اگلے جمعہ کو صلاح الدین کے حسب فرمان کے موافق تمام علماء مصر کی مسجدوں

---

[1] تاریخ اسلام ۳/۲۳۵ طبع [illegible] ۱۹/۲

میں خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا گیا۔ اسی عرصے میں ۱۰ ارمحرم ۵۶۷ھ کو بادشاہ عاضد عبیدی نے وفات پائی۔ صلاح الدین نے دربار عزاداری منعقد کیا۔ اور قصر سلطانی کے تمام مال و اسباب کا جائزہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی دولت عبیدیین کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ملک مصر پھر خلافت عباسیہ کی حدود میں داخل ہوا۔ صلاح الدین کے نام خلیفہ بغداد کی طرف سے حکومت مصر کی سند، خطاب سلطانی اور خلعت و علم آگیا اور دولت عبیدیین کے بعد مصر میں دولت ایوبیہ کی ابتدا ہوئی۔

دولت عبیدیین ۲۷۰ سال تک قائم رہی۔ ابتداءً عبیدیوں کی حکومت افریقہ یعنی ملک مغرب میں قائم ہوئی۔ پھر مصر پہ قابض ہو کر انہوں نے قاہرہ کو دارالسلطنت بنایا عبیدیین کو عام طور پر لوگ فاطمیین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ بڑی غلطی اور جہالت ہے۔ عبیدیین عام طور پر اسماعیلی شیعہ تھے۔ انہی کو باطنیہ بھی کہتے ہیں عبیدیین کی حکومت میں ہزارہا صلحا محض اس لئے مقتول ہوئے کہ وہ صحابہؓ کو برا نہ کہتے تھے۔ عبیدیین سے اسلام کو کوئی نفع نہ پہنچا۔ اور ان کا کوئی جنگی، علمی اور اخلاقی کارنامہ ایسا نہیں جس پہ فخر کیا جا سکے۔ بعض علما نے عبیدیین کو خارج از اسلام اور مرتد بھی قرار دیا ہے۔ ان میں سے بعض مثلاً عزیز عبیدی نے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کیا تھا، شراب خوری کو یہ لوگ جائز سمجھتے تھے اسی قسم کی بہت سی باتیں ان کے عہد حکومت میں پائی جاتی تھیں۔ جن کے سبب ان کو علماء اسلام نے ننگ اسلام سمجھا ہے۔" (باقی)

از مولانا سمیع الحق — ضبط و ترتیب۔ مولانا عبدالقیوم حقانی

تفسیر قرآن کریم کا اختتامی درس

فضائل قرآن اور معوذتین کی تشریح

سال رواں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے تعطیلات میں باقاعدہ طور شعبہ ترجمہ تفسیر قرآن کی اجازت مرحمت فرمائی جسے دارالعلوم کے دو اساتذہ مولانا مفتی غلام الرحمٰن اور احقر عبدالقیوم حقانی دارالحدیث میں پڑھاتے رہے۔ داخلہ محدود ہونے کے باوجود طلبہ اور فضلاء کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ ۲۱ رمضان المبارک کو تقسیم اسناد اور تفسیر قرآن کی اختتامی تقریب تھی۔ اساتذہ اور طلبہ کی درخواست اور شدید اصرار پر استاذی المحترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے آخری سورتوں کا درس دینا منظور فرمایا۔ جسے اب ٹیپ ریکارڈر سے نقل کر کے بغرض افادۂ عام نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ع ق ح)

محترم بزرگو، علماء کرام اور عزیز طلبہ۔ میں اس قابل نہیں، آپ کے اپنے جید اور فاضل اساتذہ نے آپ کو قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر جامع اور مدلل انداز میں پڑھایا۔ میں صرف ان کے حکم کی وجہ سے اور اصرار کی وجہ سے اور صرف حصول ثواب کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ اختتامی درس کا قطعاً ارادہ نہیں ہے۔ اور نہ ذہن اس کے لئے برابر ہے۔ اس لئے کہ میں خود کو اس عظیم سعادت کا اہل نہیں پاتا۔ کہ میں اس درس کا اختتام کروں، انشاء اللہ ابھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ تشریف لاتے ہیں وہ دعا فرماویں گے اور گویا اصل اختتام انہوں نے کرنا ہے۔

آپ کے دونوں اساتذہ میرے مہربان، محبین اور بھائی ہیں ان کا حسن ظن ہے ورنہ میں نے تو بہت معذرت کی۔

قرآنی علوم کے انوار و برکات اور بے نہایت وسعتیں

قرآن حکیم کے علوم اور معارف ایسے نہیں کہ وہ ایک ہی مجلس میں بیان کر دئے جائیں۔ یا بیان کر دئے جا سکتے ہیں۔ ایک بڑے سے بڑا مفسر عالم اور فقیہ بیٹھ جائے اور ساری زندگی قرآن کریم کے علوم و معارف بیان کرتا رہے۔ تب بھی وہ انہیں اپنے احاطہ بیان میں نہیں لا سکتا۔ لا تنقضی عجائبہ اللہ کی آخری کتاب کے عجائبات قیامت تک نہیں ختم ہو سکتے۔ قیامت کے روز اور آخرت میں بھی اس کتاب کے عجائبات ختم نہیں ہوں گے۔ اس دنیا میں بھی قرآن کے عجائبات ہر دور اور ہر صدی میں مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں آخرت میں بھی اس کتاب کے مزید ایسے

عجائبات ظاہر ہوں گے جو صحابہؓ کو بھی معلوم نہ ہو سکے۔ انبیاؑ کو بھی معلوم نہ ہو سکے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک منبر رکھ دیا جائے گا میدان حشر میں، آپؐ اس پر تشریف فرما ہو جائیں گے۔ اور قرآن حکیم کی تلاوت شروع کر دیں گے۔ تو اس وقت ایسے انوار، معارف، حقائق، علوم اور ایسے عجائبات ظاہر ہوں گے کہ ساری دنیا ششدر اور حیران رہ جائے گی۔ انبیاء بھی کہیں گے کہ دنیا میں ایسے علوم اور معارف تو ہمیں بھی معلوم نہ ہو سکے تھے۔ صحابہ رضؓ بھی حیران ہوں گے آخرت میں قرآن کے عجائبات دیکھ کر۔

تو یہ تو آخرت کا عالم ہے یوم تبلی السرائر، اس روز تمام حقیقتیں اور اسرار ظاہر ہوں گے۔ تو قرآن کے اندر بھی جتنے خزانے ہیں، علوم ہیں معارف ہیں وہ وہاں ظاہر ہو جائیں گے۔ انبیاء کہیں گے کاش! ہم بھی اس زمانہ میں ہوتے جس میں قرآن نازل ہوا ہے۔

قرآن کی ہر آیت بلکہ ہر حرکت ایک مستقل جنت ہے

حدیث میں آتا ہے کہ جنت میں قرآن کے عالم، قاری اور حافظ سے کہا جائے گا اقرء وارتق رتل وارتق، قرآن پڑھتا جا اور جنت کا ایک ایک درجہ اور منزل طے کرتا جا۔ جنت کے منازل اور درجات بے حد و حساب ہیں ہر ایک منزل دوسری سے بڑھ کر ہے اور ایک منزل دوسری سے اس قدر رفیع اور بلند ہے جیسے زمین سے ہمیں دور کے تارے نظر آتے ہیں۔ اس قدر فاصلے ہیں جنت میں متقین کے لئے ان کے اعمال کے مناسب گویا کلاسیں ہیں۔

بعض حضرات تو فرماتے ہیں کہ قرآن کی ۶۶۶۶ آیات ہیں اور ان ہی کے برابر جنت میں منازل اور درجات ہیں مگر بعض دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ قرآن کے ہر نقطہ اور ہر زیر، ہر زبر اور ہر پیش اور ہر حرکت کے برابر وہاں جنت میں درجات ہیں۔

اس لحاظ سے گویا ہر آیت مستقل جنت ہے۔ اور قرآن کا ہر نقطہ اور حرکت بھی ایک مستقل جنت ہے جب ہم دنیا میں قرآن کریم کی ایک ایک آیت پڑھتے جاتے ہیں تو گویا خدا تعالیٰ کی ایک ایک جنت اپنے سینہ میں محفوظ کرتے چلے جاتے ہیں جب آپ نے سارا قرآن پڑھ لیا حفظ کر لیا یا ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھ لیا آپ اندازہ کریں کہ آپ نے ان چند ایام میں جو ترجمہ و تفسیر کے لئے دارالعلوم میں گذارے ہیں خدا کی کتنی جنتیں اپنے سینہ میں محفوظ کر لی ہیں صرف یہ نہیں بلکہ انسان میں تو اللہ نے ساری کائنات کو سمویا ہے۔ تو یہ خوش عقیدگی کی باتیں نہیں بلکہ حقائق ہیں جو آخرت میں ظاہر ہو کر سامنے آنے والے ہیں۔ صرف ایک جنت ایسی ہے کہ عرضہا کعرض السموات والارض، آسمان کی وسعتیں کتنی ہیں اس کا اندازہ آج تک کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ سائنسدان کائنات کی تحقیقات سے تفریحات میں زندگیاں کھپا رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بعض تارے ایسے بھی ہیں جن کی روشنی زمانہ تخلیق سے آج تک ہم

تک نہیں پہنچ سکی۔ لاکھوں اور کروڑوں سال میں بھی۔

اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار میل کے لگ بھگ فی سیکنڈ روشنی کی رفتار ہے۔ مگر پھر بھی نہیں پہنچ سکی تو ایسے تاروں سے بھی اوپر آسمان ہیں اور پھر سات آسمانوں کا سلسلہ، تو جنت اس قدر عظیم کائنات سے وسیع ہے تو جب اتنی وسیع کائنات قرآن کی ایک ایک آیت بلکہ ایک ایک حرف اور لفظ میں سموئی ہوئی ہے۔ تو آپ اندازہ لگائیں کہ قرآن حکیم کس قدر عظیم اور بے پناہ وسعتوں کا حامل ہے۔ قرآن کتنی بڑی عظیم کائنات ہوا۔

وسعت قلب مومن | یہ اتنی بڑی عظیم کائنات انسان کے سینہ میں اللہ تعالیٰ سمو دیتے ہیں۔ تو پھر انسان کی عظمت اور اس کی قلبی وسعت واہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ حدیث قدسی ہے۔

لا یسعنی ارضی ولا سمائی لکن یسعنی قلب عبدی المومن۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے نہ تو آسمان سمو سکتے ہیں اور نہ ہی زمین، لیکن بندۂ مومن کا دل ایسا ہے جس کی وسعت میں مجھے جگہ ملتی ہے۔ جس طرح اللہ پاک قلب مومن میں سما سکتے ہیں اسی طرح قرآن حکیم بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے جو انسان کو اللہ نے دی ہے اور اس کے یاد کرنے کی توفیق بھی دے دی ہے۔ قیامت کے روز یہ قرآن پڑھتا جائے گا تو ایک ایک آیت اور نقطہ کے ساتھ اسے ایک ایک نئی جنت منکشف ہو کر سامنے آتی جائے گی۔

ایک بزرگ عالم دین نے اس کی عجیب مثال لکھی ہے کہ پچھلے زمانے میں یورپ میں کھلونوں کی مختلف اور عجیب چیزیں بکتی تھیں ایک ڈبہ تھا جو گولیوں سے بھرا ہوا بکتا تھا بظاہر ان گولیوں کا ایک رنگ تھا مگر بچے اسے خرید لیتے اور ایک جام میں پانی لے کر اس میں ایک ایک گولی ڈالتے تھے جوں ہی گولی پانی میں پڑتی تو اس سے ایک حسین کھلونا ان کو ظاہر ہوتا۔ اور ہر کھلونا دوسرے سے مختلف ہوتا۔ ایک گولی سے گھوڑا بنتا، دوسری سے اونٹ، تیسری سے بیل، چوتھی سے جہاز، پانچویں سے گاڑی، چھٹی سے درخت، ساتویں سے بنگلہ وغیرہ۔

تو جب ایک انسان ایسی چیز بنا سکتا ہے جو پردہ میں ہے اور اس کی حقیقت کسی پر عیاں نہیں لیکن جب اسے پانی لگتا ہے تو اصل حقیقت اور ایک عجیب وغریب چیز بن کر ظاہر ہو جاتی ہے۔

اسی طرح اللہ کے کلام کا بھی ہر ہر نقطہ اور ہر ہر حرف کھلتا جائے گا۔ اور اس سے عجائبات اور اللہ تعالیٰ کے انعامات ظاہر ہوتے جائیں گے جنت، باغات، بہاریں، پھول، درخت، نہریں، حوریں، غلمان اور خدا جانے کیا کیا چیزیں ہوں گی جو ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔

میرے بھائیو! ایسی چیز جس کی انتہا نہیں ہے اور عجائبات ختم نہیں ہوتے اس کی فضیلت کا انسان کیا بیان کر سکتا ہے اور نہ میرا ارادہ ہے۔ آخری سورتوں کی تشریحات بھی آپ کو اساتذہ نے بیان کر دی ہیں میں صرف ترجمہ پر اکتفا کروں گا۔

معوذتین کی تشریح | قرآن کی ان دونوں سورتوں کو معوذتین کہتے ہیں کہ اس سے گویا، اللہ تعالیٰ کی ذات سے پناہ مانگنا ہے۔ اور ان میں اللہ نے ہم کو استعاذہ کا طریقہ بتا دیا ہے اور حقیقت میں قرآن کی ہر آیت کے ساتھ اور ہر لفظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہزاروں اور کروڑوں رحمتیں، نعمتیں اور برکتیں نازل فرماتے ہیں جس کے طفیل انسان آفات و بلیات اور مصائب اور گمراہیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

خاص طور پر ان دو سورتوں کو ایک خصوصی امتیاز اور فضیلت حاصل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ پر ایسی دو سورتیں نازل کی گئی ہیں کہ سابقہ تمام صحف اولیٰ کتب سماویہ بالخصوص تورات زبور، انجیل میں اس کی مثال نہیں ہے۔

سورۃ اخلاص شاہی فرمان ہے اور معوذتین اس کی عظمت کی دلیل ہیں | پہلی سورت (سورۃ اخلاص) میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات، اپنی صفات، اپنی وحدانیت اور اپنی شان بے نیازی بیان فرمائی قرآن کے علوم و معارف درحقیقت سورۃ اخلاص پر ختم ہوتے ہیں۔ یہ ایک شاہی فرمان ہے جس پر آخر میں اللہ پاک دستخط فرماتے ہیں۔ تو دستخط کے دوران اپنی عظمت، رتبہ و منزلت بیان فرماتے ہیں جیسے دنیا میں ہم دیکھتے ہیں دستخط کے ساتھ عہدے جاہ و منصب اور ڈگریاں لکھی جاتی ہیں۔ کہ دستخط کنندہ کون ہے، صدر ہے، مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہے اور یہ یہ اختیارات ہیں۔ قرآن کریم کے اختتام پر سورۃ اخلاص کے آخر پہ اللہ پاک نے گویا اپنے دستخط ثبت فرمائے۔ کہ میں کون ہوں اور میرے اختیارات کیا ہیں۔ پھر مخلوق پر واضح کر دیا کہ یاد رکھو کہ یہ قرآن ایسی ذات نے بھیجا ہے جس کا نام اللہ ہے۔ جو شان صمدیت سے متصف ہے لم یلد ولم یولد اس کی صفت ہے اور اس کے لئے کوئی کفو نہیں۔

تو تمام دنیا کے نظریات اور عقائد کفریہ پر سورۃ اخلاص سے ضرب لگ گئی۔ وہ یوں کہ بعض لوگ اللہ کے لئے کفاءت کے قائل تھے، بعض ابنیت کے قائل تھے، بعض شرک کے قائل تھے اللہ نے اپنی تمام صفات اور کمالات بیان کر دیئے۔ اور دستخط ثبت فرما دیئے پھر شاہی احکام اور سرکاری دستاویز کی حفاظت کی جاتی ہے اس کو رجسٹری کیا جاتا ہے۔ اس پر لاکھ لگائی جاتی ہے۔ مہریں ثبت کی جاتی ہیں۔ تاکہ اس میں کوئی دخل اندازی نہ کرے۔ تو اسی طرح یہ دو سورتیں قرآن کی محافظت کی سرکاری مہریں ہیں۔ اور اللہ نے گویا قرآن کی حفاظت بھی معوذتین سے کی ہے۔ قرآن محفوظ ہے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لے لی ہے تو جس چیز کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ لے لے، تو دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون تو جو لوگ قرآن سے وابستہ ہو گئے وہ بھی محفوظ ہو جائیں گے۔

خدمت قرآن تحفظ کا ذریعہ اور سراسر نفع کی چیز ہے | لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کی خدمت و اشاعت مشکل کام ہے

بعض کہتے ہیں دین کے احکام پر چلنا مشکل ہے یہ غلط ہے ۔ کل الحق دیکھ رہا تھا حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ارشادات "صحبتے با اہل حق" کے عنوان سے مولانا عبدالقیوم حقانی مرتب کرتے ہیں ۔ اس میں ایک بات حضرت مدظلہ نے یہ فرمائی کہ

"لوگ کہتے ہیں کہ دین کی خدمت مشکل ہے ، یہ غلط ہے بالکل دین کا کام ہر چیز سے آسان ہے ہر چیز سے محفوظ ترین ، آسان ترین ، بہترین اور آسان کام دین کی خدمت ہے اس لئے کہ اللہ پاک نے دین کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے جس چیز کو خدا تعالیٰ نے محفوظ کر دیا ہے تو جب اس کی خدمت کریں گے تو آپ بھی محفوظ ہو جائیں گے دوسرا یہ کہ ہر چیز کی خدمت میں نفع و نقصان دونوں ہیں مضرات اور خطرات کا احتمال بھی رہتا ہے مگر قرآن کی خدمت میں سراسر نفع ہے گھاٹے کا تصور ہی نہیں ۔ ایک جہاز ہے سمندر میں اور اس کے چاروں طرف حفاظتی دستے ہیں اور بادشاہ نے اس جہاز کی حفاظت کا اعلان کر دیا ہے تو اس میں جو سواریاں ہوں گی وہ بھی شاہی حفاظت میں محفوظ رہیں گی ۔"

تو یہ اللہ کا کلام ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے ہم طلبہ اور علماء خوش قسمت ہیں کہ ہم کو اللہ نے ایک محفوظ چیز کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اور اس کی محفوظیت کی ساری تاریخ شاہد ہے ۔

جو لوگ بھی قرآن سے وابستہ ہوتے ہیں ، افراد ہیں یا قومیں یا حکومتیں تو خدا نے ان کو حفاظت اور بقا و استحکام بخشا ہے اور جو بھی حفاظت کے اس قلعہ سے باہر رہے انہیں خدا نے تباہ کر دیا ہے ۔ اس سے قبل آسمانی کتابوں اور صحف اولیٰ کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نہیں لی تھی بلکہ ان لوگوں کو ، اور امم سابقہ سے کہا گیا تھا کہ تم اپنی کتاب کی حفاظت کرو گے بما استحفظوا من کتاب اللہ ۔ ان سے حفاظت کتاب کا مطالبہ ہوا تھا ۔ استحفاظ کا معنی ہے دوسرے سے حفاظت کا مطالبہ کرنا کہ تم تورات ، انجیل اور زبور کے الفاظ و معانی کی حفاظت کرو گے ۔

حفاظت قرآن کے اسباب | تو وہ کمزور و حقیر ، باغی اور سرکش تھے حفاظت ان کے بس کی بات نہ تھی ۔ ان سے حفاظت نہ ہو سکی اور قرآن کے بارے میں استحفاظ کا لفظ نہیں آیا بلکہ انا لہ لحافظون کا اعلان ہے ، خدا تعالیٰ خود حفاظت فرماتے ہیں ۔

ہر دور میں بے سر و سامان اور بوریہ نشین طلبہ کے ذریعہ اخلاص اور للہیت سے بھرپور اساتذہ و علماء کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کی ہے ۔ ظاہری شان و شوکت ، کروفر ، فوجیں اور حکومتیں کسی ایک دور میں بھی قرآن کی حفاظت کا ذریعہ نہیں بنیں ۔

یہ بھی اللہ نے دنیا کو بتا دیا کہ یہ کتاب حق ہے اس کی حفاظت ، فوجوں ، حکومتوں اور سرمایہ سے نہیں بلکہ

اخلاص وللہیت اور نورِ ایمان سے معمور سینوں کے ذریعہ ہوتی رہی۔ تورات، انجیل اور زبور تو محرّف ہو کر ختم ہو گئے ہیں اور اگر تحریف شدہ کچھ حصے باقی بھی ہیں تو وہ بھی لالچ، ملازمت، تقسیم مال، ہسپتال، رفاہی اداروں اور تزویر وفریب کے ذریعہ پھیلائے جاتے ہیں اور آپ مسیحی تاریخ پر نظر ڈالیں تو بعض بادشاہوں نے حد درجہ ظلم، جبر واستبداد سے انجیل کی اشاعت کی لاکھوں افراد تہ تیغ ہوئے مگر اسلام کا ماضی اور مسلمانوں کی تاریخ روشن ہے معصوم بچوں، حفاظ کرام اور علماء عظام سے اس کی حفاظت کرائی اور ان کے سینوں میں محفوظ کرایا بل فی صدور الذین اوتوا العلم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں قرآن کی حفاظت آہنی بکسوں میں نہیں کرتا، بڑے کتب خانوں، پریسوں اور اکیڈمیوں اور حکومتوں سے اس کی حفاظت نہیں کراتا۔ بل فی صدور الذین اوتوا العلم، بلکہ یہ اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔ سینہ سے کون مٹا سکتا ہے۔ دل سے کون نکال سکتا ہے اور مسلمان کا سینہ، سبحان اللہ اس کی عظمت اور وسعت کا تو کوئی حد وحساب نہیں

ستم است گر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو وچمن در آ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ ئے در دل کشا بہ چمن در آ

دل کے دو دروازے دل کا دروازہ کھول دے تو اسلام کی بہاریں ہیں، جنت ہے باغات ہیں۔ دل کے دو دروازے ہیں ایک اوپر ملاء اعلیٰ کی طرف ہے اور ایک سفلیات کی طرف ہے۔ ایک دروازہ جانب عرش کو ہے اور دوسرا جانب فرش کو، جب انسان صرف فرش کا دروازہ کھول دے تو سب مادیات نظر آئیں گے حکومت پر، دولت پر، عمارت پر، بنگلوں پر، کاروبار پر نظر ہوگی زمین پر نظر ہوگی، مال ومتاع اور فیکٹریاں نظر آئیں گی۔ لیکن اللہ، دین، آخرت، تقویٰ، معرفت، روحانیت بند ہوگی۔ اور ان پر نظر نہیں جائے گی۔

اور اگر دل کا جانب عرش کا دروازہ کھول دیا تو پھر ملاءِ اعلیٰ کی ساری چیزیں نظر آئیں گی، مگر یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ دل کی جانب فرش کا دروازہ آپ سے مطلقاً بند نہیں کرانا چاہتے بلکہ چاہتے ہیں کہ جانب عرش کا دروازہ بھی کھل جائے تو دل کی ساری کائنات اور دنیوی معاملات روشن ہو جائیں گے۔

تلاوت وحفظِ قرآن کی سعادت صرف انسان کے ساتھ خاص ہے انسان کو خدا نے بہت بڑی طاقتیں دی ہیں، اپنے کلام سے مشرف فرمایا ہے، پھر قرآن کریم کی خصوصیت بھی صرف اس امت کی خصوصیت ہے۔ اس انداز سے مبارک کلام اور اس کی براہِ راست تلاوت کی نعمت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی نہیں دی۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ حفظِ قرآن اور تلاوت کی یہ سعادت صرف انسان ہی کو حاصل ہے ملائکہ کو بھی یہ سعادت نہیں ملی۔

اس لئے کہ جہاں قرآن پڑھا جاتا ہے یا قرآن کا درس ہوتا ہے فرشتے وہاں جمع ہوتے ہیں اور پڑھنے

والے کے چاروں طرف ہجوم بنا لیتے ہیں اور ان کا یہ سلسلہ عرش تک گویا پرے ڈالے ہوئے ہوتا ہے۔ کیونکہ جو رحمت
وتسکین اور برکات قرآن پڑھنے والے مجالس پر نازل ہوتے ہیں ملائکہ بھی خود کو ان سعادتوں سے قریب کرنا چاہتے
ہیں۔ یہ اس امت کی خصوصیت ہے، ایسی عظیم دولت کے لئے خطرات بھی بہت زیادہ ہیں۔ اس کے دشمن بھی زیادہ
ہیں۔ جس قدر نعمت عظیم ہے ایسے امتحانات بھی زیادہ ہیں۔ پھر شیطان بھی ہے شیطانی قوتیں بھی ہیں۔ اور بنی آدم
کی شکل میں شیاطین بھی ہیں اور جنات کی شکل میں بھی شیاطین ہیں جو انسان کے جسم کے بھی دشمن ہیں اور انسان
کی روح کے بھی دشمن ہیں۔

جسمانی اور روحانی مضرتوں سے حفاظت کا نسخہ

بعض چیزیں انسان کے جسم کے لئے مضرت رساں ہیں اور بعض روح کے لئے
تباہ کن ہیں۔ اللہ پاک نے جسمانی مضرتوں اور روحانی مضرتوں دونوں سے حفاظت
کے لئے ہمیں نسخہ بتا دیا۔ عالم اسباب میں جسم کی حفاظت کے لئے اللہ نے بہت سے اسباب پیدا کئے ہیں بندوق ہے،
ریوالور ہے، ایٹم بم ہے، گرم اور ٹھنڈے کپڑے بھی ہیں، چوکیدار ہے، فوج ہے اور پولیس ہے۔ علاج اور دوا ہے
لیکن یہ سب ظاہری اسباب ہیں حقیقی سبب اللہ کی ذات ہے۔ ان دونوں سورتوں میں استعاذہ کی تعلیم گویا، اللہ
کے دامن میں آنے اور دونوں مضرتوں سے حفاظت کی تعلیم ہے کہ حقیقت میں بچانے والی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے
تمام کائنات اگر نفع پہنچانا چاہے اور اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو ذرہ برابر بھی نفع نہیں پہنچا سکتے، اور اگر تمام کائنات
ضرر پہنچانے پر متفق ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔
حفاظت کا حقیقی حصار اور مضبوط قلعہ وہ صرف اللہ کی ذات ہے۔ جو جسمانی مضرتوں سے بھی حفاظت کرتا
ہے اور روحانی مضرتوں سے بھی۔

تو سورۂ فلق میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو جسمانی مضرتوں سے حفاظت کی تلقین کی، کہ یہ وظیفہ کرو، اور یہ ورد جاری
رکھو، اور ان مضامین کا استحضار کرو۔ صحابہ کرامؓ اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ورد اور دم کے
طور پر معمول بنائے رکھا۔ معوذتین تین بار پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے جسم کے جس قدر حصے پہ ہاتھ پہنچتا تھا جسم
پر ہاتھ پھیر لیتے تھے۔ اس لئے کہ ان سورتوں میں ایک تاثیر ہے صحابہ اور حضورؐ کا یقین اور اعتقاد تھا کہ واقعۃً یہ
بچاؤ کا ایک ذریعہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں ہیں اور بے ہوشی کا عالم ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں
تین بار معوذتین پڑھ کر حضور اقدسؐ کے ہاتھوں پہ دم کرتی پھر حضورؐ کے ہاتھوں کو آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔
گویا جسمانی مضرتوں سے حفاظت کا انتظام پہلی سورت میں ہے اور روحانی مضرتوں سے حفاظت کا سامان
دوسری سورت میں کر دیا گیا ہے۔

دشمنِ روح، دشمنِ جسم سے زیادہ مضرت رساں ہے

دیکھو جسم کے دشمن کی طرح روح کا دشمن بھی خطرناک ہوتا ہے۔ یہ دونوں دشمن خطرناک ہیں۔ مگر روح کا دشمن سب سے زیادہ خطرناک ہے جو انسان کو دنیا میں بھی ہلاک کرتا ہے اور آخرت میں بھی۔ جسم کا دشمن دنیا میں تو انسان کو مضرت پہنچا دیتا ہے لیکن آخرت میں وہ کوئی مضرت نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ آخرت میں بعض اوقات فائدہ کا باعث بن جاتا ہے۔ ایک ظالم شخص نے آپ کو قتل کر دیا تو گویا آپ کے جسم کو ہلاک کر دیا۔ لیکن آخرت کا فائدہ پہنچایا کہ شہادت اور مظلومیت کا درجہ ملے گا اللہ کی رحمت، رضا اور مغفرت و رضوان کی سعادتیں حاصل ہوں گی۔

قاتلِ جسم نے بہت ظلم کیا لیکن نفس الامر میں مقتول شخص کو فائدہ پہنچا دیا کہ حوروں کی گود میں اس کی روح نکلی۔ مگر ایک دشمن ہے جس نے روح کو مضرت پہنچائی، وسوسے ڈالے، شبہات پیدا کئے، دھوکہ دیا۔ اس نے گویا ایمان و عقیدہ خراب کر دیا، روحانی مضرت پہنچائی گویا جہنم پہنچا دیا ابدی ہلاکت دنیا ہی مل گئی۔

ایمان کا قاتل انتہائی خطرناک ہے۔ اور جسم کا قاتل وہ بھی خطرناک ہے مگر صرف دنیوی لحاظ سے، اخروی لحاظ سے مقتول کے لئے نافع ہے۔

جس طرح انسان کی روح ہے اسی طرح اس روح کے لئے بھی اللہ نے روح پیدا کی ہے جس کو روح الروح کہتے ہیں۔ روح الروح ایمان لاتا ہے۔ قرآن کے معروفات و منکرات، اوامر نواہی، حلال و حرام اعتقادیات، عبادات، دنیوی معاملات اور تذکیر بالاء اللہ تذکیر بایام اللہ اور تذکیر بما بعد الموت، یہ یہ سارے مضامین قرآن کا خلاصہ ہیں۔ جو تلاوت اور درس قرآن سے دل میں راسخ ہوتے ہیں۔ تو ایمان مضبوط ہوتا ہے اور روح زندہ ہوتی ہے۔ یہ مضامین قرآن گویا روح الروح ہیں انسانی روح کے لئے۔

شیطان اور اس کی ذریت خواہ جنات سے ہو یا بنی آدم سے مختلف صورتوں میں مختلف شکلوں میں اور مختلف لبادوں میں آتی ہے۔ اور قرآن سے حاصل کردہ علوم و معارف کے بارے میں انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں اور تذبذب وغیرہ کا شکار کرتے ہیں۔ تو بعض اوقات انسان فریب میں آکر پھسل جاتا ہے۔ تو شیطان نے اعتقادیات اور علم کو نقصان پہنچایا۔ روح کھوکھلی ہو گئی تو شیاطین کے ایسے مضرت رساں حملوں سے خود کو بچانا ضروری ہے تو بچاؤ کے اسباب اختیار کرنے چاہئیں اور خدا کے حضور اعتقاد و یقین اور سوز اور دل کی گہرائیوں سے دعا بھی کرنی چاہئے۔

تعوذ کی ضرورت واہمیت

قل اعوذ برب الفلق - فلق پھٹنے کو کہتے ہیں۔ مثلاً زمین سے تخم کی ایک یا دو کونپل پھوٹتی ہے اس کو فلق کہتے ہیں۔ چھپی ہوئی چیز کا ظاہر ہونا، چادر کے پھٹنے سے کسی چیز کا ظاہر ہونا یہ سب فلق کے معانی ہیں۔ اس کائنات پر تاریکی اور ظلمت، اندھیروں کی جو سیاہ چادر (رات) حاوی ہوتی ہے خدا تعالیٰ طلوعِ صبح صادق کے ساتھ روشنی پھیلا دیتے ہیں اور ظلمتوں کی چادر کو پھاڑ کر نا رتا

کردیتے ہیں اور اپنی قدرت سے شب دیجور کو ختم کردیتے ہیں۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا بلکہ یہ ربوبیت اور اللہ کی عظیم قدرت کا مظہر اور وحدانیت کی دلیل ہے۔ رات گئی دن آگیا۔ دن کے شیاطین اور ہیں رات کے شیاطین اور ہیں اور دونوں کے دجل و فریب اور مکر و حیل بھی مختلف ہیں تو انسان کو پناہ لینی چاہیے۔ اس قادر و عظیم ذات کی جو رات کو پھاڑنے والا، ظلمتوں کو دور کرکے روشنی لانے والا ہے۔ اور جو فالق الاصباح ہے

ومن شر ما خلق۔ ہر اس چیز کی شر سے جو اس نے پیدا کی ہے امتحان اور آزمائش کے لئے پیدا کی ہے اس کی ہر پیدا کردہ چیز میں بھی نعمتیں ہیں مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا فلسفہ ہے کہ اللہ کی پیدا کردہ کوئی چیز بھی نعمت ہونے سے خالی نہیں۔ مصیبتیں بھی بہت سی حیثیات سے اللہ کی نعمتیں ہیں۔

شر کی تمام چیزیں بھی اللہ نے پیدا کی ہیں اور ان کی وہ شر اندازیاں بھی اللہ کی مرضی پر ہیں۔

شر کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جو براہ راست مصیبت و تکلیف اور درد و الم کی شکل میں ہو اور دوسرا شر وہ ہے جو مصائب و آلام کا موجب ہو تو من شر ما خلق میں سب شر آ گئے۔ خواہ وہ آلام و مصائب ہیں یا موجبات آلام و مصائب ہیں۔ مثلاً گناہ ہے وہ مصیبت کا موجب ہے مصیبت تو النار ہے۔ جہنم ہے عذاب قبر ہے۔ قبر کے شدائد مصائب و آلام ہیں اور اس کے موجبات معاصی ، کفر اور شرک وغیرہ ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر کے شر، حیات و ممات کے شر سے پناہ مانگا کرتے تھے حضور اقدس نے فتن اور شرور سے پناہ کی جو دعائیں مانگی ہیں وہ آلام و مصائب اور موجبات آلام و مصائب دونوں کو شامل ہیں۔

ومن شر غاسق اذا وقب۔ رات کے شر سے، جو جسم کی ہلاکت دنیاوی نقصان اور امراض وغیرہ کا باعث ہے۔ ان سے پناہ لینے کی تلقین کی گئی ہے۔ تاریکی کا شر جب وہ خوب گھٹا ٹوپ ہو کر حاوی ہو جائے۔ تو چور، ڈاکو، بداعمال لوگ، سانپ بچھو، درندوں وغیرہ کے شرور کی گویا رات آماجگاہ ہوتی ہے۔ ہزاروں اور لاکھوں فتنوں اور شرور اور مصائب رات کو جنم لیتے ہیں۔

ومن شر النفثٰت فی العقد پھونکنے والوں کے شر سے یعنی جادو، ٹوٹکے، شیطانی تلقینیات اور گانٹھوں میں دم ڈالنے والے کے شرور سے پناہ لینے کی تلقین کی۔ سائنس نے گو بہت زیادہ اور بے انتہا ترقی کر لی ہے مگر ان قرآنی حقائق کا انکار وہ بھی نہیں کر سکتے۔

یورپ کے لوگ خود اعتراف کرتے ہیں کہ بعض ایسی باطنی قوتیں بھی ہیں کہ انسان ان کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا لیکن وہ انسان کے لئے حد درجہ خطرناک اور ضرر رساں ثابت ہوتے ہیں۔ جادو کی شکل میں، سحر کی شکل میں۔ پھونکنے والے عورتیں یا مرد، مگر عورتوں کا اختصاص دگر دور ہے۔ وسوسے، خیالات واوہام سے بہ زیادہ

متاثر ہوتے ہیں۔ اور جادو بھی ان سے زیادہ مؤثر رہتا ہے۔ کہ جس چیز پر انسان کا جتنا زیادہ مضبوط عقیدہ ہو وہ اتنا زیادہ مؤثر بھی رہتا ہے۔ عورتوں کا عقیدہ ان خرافات پر مضبوط رہتا ہے۔ اس لئے ان کا جادو بھی زیادہ مؤثر رہتا ہے۔

یہ مقصد نہیں کہ صرف عورتیں ہی جادو کا عمل کرتی ہیں اور مرد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ بلکہ مرد بھی ایسے ہو سکتے ہیں تو نفثٰت سے مراد نفوس ہیں۔

معوذتین کا شان نزول | علامہ ابن قیم نے دونوں کا ایک شان نزول بیان کیا ہے اور تفسیر بھی ایک کی ہے لکھتے کہ یہود نے حضور اقدس ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی مختلف سازشیں بنائیں، زہر دیا، قتل کر دینے کے منصوبے بنائے جب کامیاب نہ ہوئے تو لبید بن اعصم نے جادو کر دیا۔ اس کی دو بیٹیاں تھیں انہوں نے والد کی ترغیب پر جادو کیا۔ حضور اقدس ﷺ پر اثرات ظاہر ہوئے کہ حضور ﷺ بعض اوقات محسوس کرتے کہ فلاں کام میں نے کیا ہے۔ درحقیقت وہ کام کیا نہیں ہوتا تھا۔ قرآن کریم اور آیات اور وحی کے سلسلہ میں حضور اقدس ﷺ کی ذات محفوظ ہے۔ بار بار اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں آئے گی۔ سنقرئک فلا تنسیٰ۔

جادو کی وجہ سے کچھ نہ کچھ اثر دماغ پر آجاتا ہے۔ حافظہ پر بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان تھے تلاش میں تھے کہ یہ کیا وجہ ہے دو فرشتے آئے۔ ایک فرشتہ آپ ﷺ کے سر کی جانب کھڑا ہو گیا اور دوسرا پاؤں کی جانب۔ بخاری شریف میں تفصیل سے واقعہ مذکور ہے۔

ایک فرشتے نے دوسرے سے پوچھا کہ اس صاحب کو کیا ہوا ہے۔ کس چیز کے اثرات ہیں؟

دوسرے نے کہا کہ اس پر سحر ہوا ہے جادو اس پر کسی نے کیا ہے۔

دوسرے فرشتے نے پہلے کو ساری تفصیل سنا دی کہ فلاں جنگل میں ایک کنواں ہے بیر زروان۔ اسی میں جادو کا عمل پڑا ہے کنگھی میں بال ہیں اور اس میں گانٹھیں دے کر دم ڈالا گیا ہے۔ وہ کنگھی کھجور کے خوشہ میں ہے ایک پتھر کے نیچے ہے۔ تو اس طرح ساری تفصیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا دی گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اس جگہ سے وہ جادو کا عمل نکال دیا۔ اور کھول دیا ایک ایک گانٹھ۔ ان سورتوں کی ایک ایک آیت سے کھلتی گئیں۔ اور پتہ بھی چل گیا کہ یہ کام یہود نے کیا ہے۔ مگر حضرت عائشہؓ کے دریافت کرنے پر بھی چونکہ حضور اقدس ﷺ رحمۃ للعالمین تھے حکیم و دانا تھے، مصلحتیں بھی جانتے تھے، حالات کو بھی دیکھتے تھے۔ جذباتی نہ تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے اس یہودی کا نام نہ بتایا تاکہ خانہ جنگی اور خون خرابہ نہ ہو۔ کہیں ظلم اور زیادتی نہ ہو جائے تو آپ ﷺ نے وہ حالات بیان نہ کئے۔

لبید بن اعصم یہودی تھا مگر منافقت کرتا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کے پاس ہر وقت آتا جاتا تھا منافق تھا مگر خود

مسلمانوں کا بیاس نہیں لکھا تھا۔ بہر حال حضورؐ نے وہ حالات بیان نہ فرمائے۔ اس واقعہ کو بھی ان دونوں سورتوں میں اشارہ موجود ہے۔

رفع اشکال اب اگر کوئی کہے کہ جادو حضورؐ پر کیوں کر مؤثر ہوا تو جواب یہ ہے کہ جادو ایسی چیز ہے جیسے کسی کو بندوق، چاقو، یا چھری سے مارنا یا آگ میں جلانا یا پانی میں ڈوب جانا۔

نظر بد بھی، معنوی طریقہ سے ایک شعاع ہے جو لگ جاتی ہے جو بظاہر انسان کی سمجھ سے بالا ہے جیسے ریڈیو ٹی، وی پر آوازیں اور تصویریں آتی ہیں مگر بظاہر سمجھ میں نہیں آتیں کہ کیسے اور کہاں سے آرہی ہیں۔

یہاں لاکھوں کروڑوں آوازیں موجود ہیں تصاویر موجود ہیں جو نظر نہیں آتیں مگر ٹی وی کے کیمرہ میں محفوظ کر لی جاتی ہیں۔ اور ہزاروں میل دور منتقل کر دی جاتی ہیں۔ اسی طرح نظر بد کا اثر بھی موجود ہے جو نظر نہیں آتا، جادو کے اثرات بھی ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے۔

یہ تو کسی کتاب میں نہیں آیا، کہ پیغمبر کو شہید نہیں کیا جا سکتا، یا پیغمبر پر چاقو، تلوار اور بھوک پیاس کا اثر نہیں ہوتا۔ اور آگ اسے جلاتی نہیں۔ اور نہ ٹھنڈا پانی اس پر اثر کرتا ہے۔ بلکہ یہ سب طبعی اور بشری چیزیں ہیں جو مؤثر رہتی ہیں۔ اسی طرح جادو بھی ایک طبعی اور بشری چیز ہے ضرر اور نقصان پہنچانے کا ذریعہ ہے اس سے منصب نبوت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ جیسے پیغمبر بیمار ہو سکتا ہے اس کو بخار ہو سکتا ہے۔ دیگر بیماریاں لگ سکتی ہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے جذام وغیرہ اور عیب کی بیماریوں سے انبیاء کو محفوظ رکھا ہے۔ لیکن عمومی بیماریاں جو عام انسان کو لگ سکتی ہیں ان سے پیغمبر بھی مامون نہیں۔ تو جادو بھی ان عمومی اور طبعی بیماریوں میں سے ایک ہے جس میں عام انسانوں کی طرح انبیاء بھی مبتلا ہو سکتے ہیں۔

امور ثلاثہ، جن سے پناہ کی تنبیہ کی گئی **ومن شر حاسد اذا حسد** اور حاسد کی شر سے پناہ مانگو۔ جب حسد کرے، حاسد کے دل میں جب حسد کی آگ لگ گئی اور تمہارے پیچھے پڑ گیا، من شر ما خلق میں ساری باتیں آگئی تھیں۔ مگر یہ تین چیز زیادہ خطرناک تھیں جو تین آیات میں مذکور ہیں۔ غاسق اذا وقب۔ اور ومن شر النفثت فی العقد۔ ومن شر حاسد اذا حسد یہ سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔ قرضدار ہے قرض دیا بے غم ہو گیا۔ مگر حاسد سے نجات مشکل ہے۔ حاسد چوبیس گھنٹے لگا رہتا ہے۔ یہ آگ ایسی ہے کہ کسی وقت نہیں بجھتی۔

حسد ایک بہت بڑی لعنت ہے۔

ایک شخص جس کو اللہ نے نعمتیں، کمالات اور علم دیا ہے اس سے دشمنی پیدا ہو گئی ہے۔ یہ نعمت اسے کیوں مل گئی؟ ایک شخص جاہل طالب علم ہے وہ دوسرے لائق طالب علم سے حسد کرتا ہے تو یہ گویا ملعون ہے، ان تین چیزوں

سے خاص طور پر پناہ کی تلقین ہوئی۔

ربوبیت، مالکیت اور الوہیت | قل اعوذ برب الناس اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کی جو تمام انسانوں کا رب ہے پہلی سورت میں رب الفلق کہا گیا تھا اور یہاں رب الناس ہے۔ وہاں تاریکیوں سے روشنی آتی تھی کہ تاریکیوں کا بھی رب ہے۔ اور روشنیوں کا بھی رب ہے۔ تاریکیوں کے نقصانات صرف انسانوں کے لئے نہیں ہوتے بلکہ عام ہوتے ہیں۔ ہر کمزور چیز کو اس سے بڑی چیز نقصان پہنچاتی ہے اور اپنا اثر ڈالتی ہے۔

انسان کے بھی دشمن ہوتے ہیں حیوانات اور چرند پرند کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔

اور یہ روحانی اور شیطانی طاقتیں صرف انسانوں کے ساتھ خاص ہیں خواہ وہ جن کی شکل میں ہوں یا انسان کی شکل میں، یہ شیطان مطلق بنی نوع انسان کا دشمن ہے۔ انسان کو اللہ نے خلافت دی ہے اور انسان کی وجہ سے شیطان مغلوب اور ذلیل ہے۔ اس لئے انسان سے اس کی ازلی دشمنی پیدا ہو گئی ہے۔

الناس بعض حضرات نے الناس تکرار کا نقطہ بھی لکھا ہے۔ رب الناس کہ اول مرتبہ و مرحلہ طفولیت کا ہے۔ کہ سب چھوٹے اور معصوم بچے ہیں۔ ربوبیت کا خاص تعلق اور ضرورت بچوں کو ہے کہ ان کی طفولیت کا دور ہے ملک الناس اس سے جوانی کے زمانہ کو اشارہ کر دیا ہے۔ جوانی کا زمانہ سیاست، حکومت و سلطنت کے حصول کا ہے یہاں ملکیت آگئی کہ اصل مالکیت اور شہنشاہی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اور انسان کی شوکت و ملوکیت عارضی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بھی۔

پھر شیخوخت کے زمانہ کو، الٰہ الناس سے اشارہ ہے کہ اس عمر میں انسان پر عبودیت غالب ہو جاتی ہے، بہر حال اللہ جو تمام مخلوقات کا رب ہے تو چاہیے کہ اسی کا سجدہ کیا جائے اور اسی کی بندگی۔ کہ انسان اپنے رب کا ہر لمحہ محتاج ہے پیدائش سے لے کر وفات تک بلکہ پیدائش سے کروڑ ہا سال قبل اللہ تعالیٰ انسانی تخلیق اور حیات کے انتظامات کر چکا ہے۔ انسان کی تمام ضرورتوں اور حاجتوں کا انتظام کیا ہے۔ اور سر انجام حیات میسر کئے ہیں۔ یہ آسمان یہ زمین یہ عرش و فرش یہ بحر و بر یہ حیوانات و جمادات، یہ سب کائنات بوجہ ربوبیت کے تقاضے کے ازل سے پیدا فرمائے۔

جب ربوبیت اللہ ہی کی ہے احسانات اسی کے ہیں اور انعامات اسی کے ہیں انسانیت سر سے پاؤں تک اس کے احسانات کی مرہون منت ہے۔ تو چاہیئے کہ اب اس کی بادشاہی تسلیم کر لی جائے۔ اور صرف اسی کی بارگاہ میں جبین نیاز جھکا لی جائے۔ ملک الناس جب کہ سب اس کا ہیں، زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے دکھ سکھ کا وہی مالک ہے تو پھر دوسرے کی مدح و ثنا اور غیروں کے سامنے جبین نیاز جھکانا کوئی انصاف کا تقاضا نہیں۔ صرف اللہ ہی کی ذات ایسی ہے جو نافع بھی ہے، منعم بھی اور ضار بھی، تو جو ذات نافع بھی ہو منعم بھی ہو

ضار بھی، تو بادشاہی بھی اسی ذات کو لائق ہے۔ اور الوہیت بھی اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ جب وہی ملک الناس ہے تو اسی سے ڈرنا چاہئے۔ وہ ناراض ہو جائے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ مار سکتا ہے۔ ہلاک کر سکتا ہے تباہ کر سکتا ہے بھوکا رکھ سکتا ہے، بیمار کر سکتا ہے جب وہ ایسی ہی ذات ہے تو پھر صرف اسی کی بارگاہ میں سربسجود ہو جانا چاہئے۔

الٰہ الناس معبود برحق ہونے کا حق صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ عبودیت بھی اسی ایک ذات کی کرنی چاہئے ربوبیت اور ملکیت آئی، جاہ وجلال آیا، تو اب دل سے اس کا منقاد ہو جانا چاہئے۔ طاعت ورغبت اور تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کرنا چاہئے۔

من شر الوسواس الخناس اللہ کی پناہ کی تلقین کی گئی ہے اس طاقت اور شیطان کے وساوس سے جو وساوس ڈال کر ایمان کو نقصان پہنچاتے ہیں عقیدہ، علوم، نظریات اور خیالات میں وسوسہ اندازی کرتے ہیں مختلف طریقوں سے۔ الخناس جو چھپے مورچے سے حملے کرتا ہے کہ حملہ کر کے پھر پیچھے ہٹ جاتا ہے شیطان حملہ کر کے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ پھر شیطانی قوتیں اور شیطان کے ساتھی خواہ پرویزی ہوں یا قادیانی، قرامطہ ہوں یا علیہ، آپ سب کی تاریخ دیکھیں وہ کھل کر سامنے نہیں آتے۔ بلکہ وہ خود، فریب اور ملمع اندازی کا لبادہ ڈالتے ہیں۔ کبھی خود کو اہل قرآن کہتے ہیں، کبھی ظلی اور بروزی کی تعبیرات سے کبھی انکار حدیث کے عنوان سے یہ سب شیطان کی ذریت ہیں خناسیت سے چھپ کر حملے کرتے ہیں یہ سب خناس ہیں بعض خود کو فلاسفر اور جدید تعلیم یافتہ کہتے ہیں زمانہ اور حالات کے تقاضوں کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر علم وحی اور علوم لدنی سے محروم ہوتے ہیں۔

من الجنۃ والناس شیاطین جنات سے بھی ہیں اور انسانوں سے بھی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ہم کو روحانی اور جسمانی مضرات سے حفاظت کا طریقہ بتا دیا۔ قرآن کے ابتدا میں سورہ فاتحہ لائے اور یہاں قرآن کے خاتمہ میں مناسبت یہی ہے کہ ابتداء میں حمد وثنا ہے، الحمد للہ رب العالمین ربوبیت کا ذکر ہے اور اس سورت میں بھی رب الناس اور رب الفلق سے ربوبیت کو اشارہ ہے۔ الرحمٰن الرحیم، رحمانیت کی ساری صفات ان سورتوں میں ذکر کی گئی ہیں اور سورۃ فاتحہ میں مالک یوم الدین، اور اس سورت میں ملک الناس سے اللہ تعالیٰ کے حاکم مطلق، شہنشاہیت اور مالکیت کو اشارہ ہے۔ ابتدار اور انتہا میں اس انداز تعلیم سے انسانیت کے قلب و ذہن پر توحید باری تعالیٰ کے نقوش ثبت کرنا ہے۔ کہ انسان خود کو اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ اور سانس کی ہر گھڑی کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی پناہ میں دے دے۔ اور زندگی بھر اس کے تقاضے نبھاتا رہے ✤

MILLAT MATHEMATICS :

Increase to date since take over in 1972

Sales and Income	3531 %
Pre-Tax Profit	10428 %
Total Assets	3219 %
Share holder's Equity	5372 %
Break-up value of share	381 %
Paid up capital	1042 %

MILLAT MILESTONES :

Recipient of The Management Association of Pakistan's first-ever Award for Corporate excellence 1978-1982.

Adjudged No. 1 Public Limited Company by the Karachi Stock Exchange for 1981, 1982.

MILLAT FOR MILLIONS :

Marketed more than 100,000 Tractors

Dealers net-work throughout the country

Having a product Training School and Mobile Training Workshop.

Providing After Sale Service at farmers' doorsteps.

Our Challenge is Our Inspiration
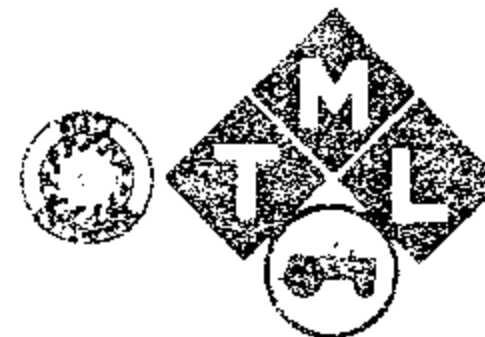
A Paco Company sheikhupra road shahdara lahore

مولانا عبدالقیوم حقانی

ایوانِ بالا (سینیٹ) میں نفاذِ شریعت کی مہم

نفاذِ شریعت بل

ایک جائزہ

ایک تبصرہ

اسلام کے بوڑھے مگر جوان ہمت جرنیل بقیۃ السلف شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ (جو قومی اسمبلی میں نفاذِ شریعت گروپ کے کنوینر بھی ہیں) نے پارلیمنٹ میں ارکانِ قومی اسمبلی کو احساسِ ذمہ داری، ایفائے عہد اور منشور کی پاسداری کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے اپنے خطاب (جو شریکِ اشاعتِ ہذا ہے) میں فرمایا:

"ہمیں سب سے پہلے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ قوم ہم سے کیا چاہتی ہے اور اس ایوان تک پہنچانے میں کس منشور کا دخل تھا ریفرنڈم کس مقصد کیلئے کرایا گیا۔ اسلام کا نام لیکر، اسلام کا منشور لیکر، آپ یہاں تک آئے ہیں تو حق بات یہ ہے کہ جس منشور کے تحت ہم یہاں تک آئے ہیں اب صرف اسی کے مطابق کام کرنا چاہیئے۔"

۱۳ جولائی کو سینیٹر مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف نے سینیٹ کے اجلاس میں نظامِ شریعت کی بالادستی، مکمل نفاذ اور اس کے آئینی اور قانونی تحفظ کی خاطر "شریعت بل" پیش کر دیا جسے ردّ و قدح لیت و لعل اور کچھ عناصر کی شدید مخالفت کے باوجود پیش کنندگان کی مدلل، مؤثر اور ولولہ انگیز تقاریر کے بعد ارکانِ سینیٹ نے متفقہ طور پر بحث کے لئے منظور کر لیا۔ پاکستان کی ۳۷ سالہ تاریخ میں دارالعلوم دیوبند کے روحانی فرزند مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قراردادِ مقاصد کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ ملک کے سب سے بڑے قانون ساز ادارے میں شریعت بل کو کارروائی میں شامل کر لیا گیا۔ جس کے پیش کرنے کی سعادت مولانا قاضی عبداللطیف کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ کے روحانی فرزند مولانا سمیع الحق کو بھی حاصل ہوئی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اور جس کے منظور ہونے کے بعد ملک میں مکمل نفاذِ اسلام کا عمل ممکن، سہل ترین اور یقینی ہو جائے گا، قرآن و سنت کے خلاف سارے قوانین ناجائز قرار دے دئے جائیں گے اس کے ساتھ ہی صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم، صوبائی اور قومی اسمبلیوں، پارلیمنٹ، وفاقی اور صوبائی حکومتوں

اور دیگر با اختیار اداروں کیلئے یہ ناممکن بنا دیا گیا ہے کہ وہ شریعت بل منظور ہونے کے بعد قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون وضع کر سکیں۔

شریعت بل اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا گرانقدر ارشاد، قومی و صوبائی اسمبلیوں کے ممبروں ارکان سینیٹ منتخب ہونے والے قائدین، سیاسی عمائدین اور ارباب اختیار (جو ریفرنڈم اور انتخابات میں اسلام اور اسلامی نظام سے وفاداریوں کا عہد کرتے رہے) کیلئے ایک احساس ذمہ داری ایک دعوت ایک اصولی تنبیہ اور ایک لمحہ فکریہ ہیں۔

کاش! آٹھ سال کے طویل ترین عرصہ میں نہ سہی، نفاذ اسلام کے نام پر ریفرنڈم اور انتخابات کے انعقاد کے فوراً بعد نظام شریعت، قرآنی دستور اور اسلامی آئین نافذ کر دیا جاتا اور اگر حکومت بغیر کسی ہچکچاہٹ، بزدلی اور خوف لومۃ لائم کے جرأت مومنانہ سے کام لیکر ایک آرڈیننس کے ذریعہ ایسا دستور نافذ کر دیتی جو قرآن و سنت پر مبنی ہوتا تو ملک ان خطرات سے نکل جاتا جن میں وہ اب گھرا ہوا ہے اور گھرتا چلا جا رہا ہے۔ اس طرح نظریۂ پاکستان سے وفاداری، عہد و پیمان کی پاسداری، ملک کو بقا و تحفظ اور خود نئی قیادت کو بھی مزید استحکام و استواری حاصل ہو جاتی۔ ملک کے جمہور کی عظیم اکثریت کو جو روز اول سے اسلامی نظام کیلئے تڑپ رہی ہے۔ ایک قطعی اعلان کے ذریعہ اسلامی اور عوامی آئین مہیا کرنا ایک جمہوری اقدام ہوتا اور جمہوریت کی صحیح پاسداری بھی ہوتی۔

مگر وا حسرتا! قرآن کریم اور نظام اسلام کے جس زینہ سے بام عروج تک رسائی حاصل کی گئی اب اسی زینہ کو توڑ کر پس منظر میں ڈال دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ قول و عمل کا تضاد اور نفاق ہے جو تکلیف دہ اور مضحکہ خیز صورتوں میں ابھر ابھر کر سامنے آ رہا ہے۔ لادین عناصر ایک قوت بن کر دینی احکام سے کھلی بغاوت، اسلامی قوانین اور اسلامی شعائر کا کھلم کھلا مذاق اڑانے کا ایک منصوبہ بنا کر میدان میں اتر آئے ہیں ؎

اگرچہ پیر ہے مومن جواں ہیں لات و منات

اگر خدانخواستہ اب بھی محض نعرہ بازی، پروپیگنڈہ، غفلت، بے جا ہٹ دھرمی، بے تدبیری اور دفع الوقتی سے کام لیا گیا اور شریعت بل کو ٹالنے، التوا میں ڈالنے یا سرد خانے میں رکھ دینے کی کوشش کی گئی اور نظریۂ پاکستان، اسلامی آئین اور ملکی سالمیت کو تحفظ نہ دیا جا سکا تو یقیناً تجدد پسند، لادین عناصر، غیر ملکی ایجنٹ اور بڑی طاقتوں کے آلہ کار جو ایک خاص منصوبہ بندی کے ساتھ ملک میں کام کر رہے ہیں ایک روح فرسا اور بدترین انقلاب اور ایک ایسے طوفان بلاخیز سے ملک کو دوچار کر دیں گے کہ ملکی سالمیت اور

ملی وحدت کا سفینہ ساحلِ مراد تک پہنچنے سے پہلے سیلاب کی نظر ہو جائے گا۔ وَلاَ فعلہا اللہ۔

اب جبکہ ملک نظریاتی اور فکری انتشار، سیاسی ابتری، صحیح قیادت کے نقدان، سرحدات پر خطرات کے منڈلاتے ہوئے مہیب بادل، روسی عفریت کی بوالہوسی، مادیت، مغربیت اور دہریت کے سیاہ طوفانی ریلے کی زد میں ہے۔ ایسے حالات میں کشتی ملت کو منجدھار اور طلاطم خیز طوفانوں سے نکال کر سالمیت و عافیت کے ساحل تک پہنچانا اربابِ اختیار، ارکانِ پارلیمنٹ، اربابِ سیاست، معاملہ فہم قائدین (بصیغۂ معذرت کہ صحیح قیادت کا نقدان ہے) ذی شعور عوام اور اربابِ علم و فضل کیلئے ایک نازک ترین ذمہ داری، ان کے اخلاص و للّٰہیت ان کے دینی و سیاسی شعور اور ان کے ملی و دینی جذبات کا امتحان ہے۔ ان کی آزمائش کیلئے ایک ونقہ اور ان کے علم و دانش کیلئے ایک چیلنج ہے۔

اگر خدانخواستہ پاکستان کے جمہور اور غیور عوام اربابِ بسط و کشاد اور ارکان پارلیمنٹ نے مردِ قلندر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ کے ارشاد اور مولانا سمیع الحق و قاضی عبداللطیف کے پیش کردہ شریعت بل کے سامنے آجانے کے باوجود بھی فہم و تدبر، تجربات ماضی کا شعور، عاقبت اندیشی اور ملی و سیاسی سوجھ بوجھ کا مظاہرہ نہ کیا اور حسبِ شیوۂ سابق شریعت بل کی منظوری اور نفاذ کے سنہری موقعہ پر محض تماشائی بن کر اور مستقبل سے آنکھیں بند کر کے مجرمانہ سکوت اور غفلت کا ارتکاب کیا تو خطرہ ہے کہ مستقبل میں خدا بیزار نظریات، میکیاولی سیاسیات، سرحدی خطرات، کفر و الحاد، باطل قوتوں کا اتحاد اور ظلم و بربریت کا عالمگیر سیلاب ملت کی طوفان رسیدہ اور ہچکولے کھاتی ہوئی "نیا" کو بھی لے ڈوبے اور اس طرح خدانہ کرے کہ صفحۂ ہستی سے ہمارا نام و نشان تک مٹا دیا جائے۔ ؎

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

قوم و ملت کی کامرانی اور نظریات و دساتیر کی کامیابی نیز قوموں کے ابھرے اور ترقیات کی راہ پر گامزن ہونے کا زیادہ تر دار و مدار قائدین کے خلوص حسنِ تدبر اور ان کے جوشِ عمل پر ہوتا ہے۔ اہلِ اسلام بالخصوص پاکستان جیسے نظریاتی مملکت کے باشندے تو صرف اور صرف ایسی حکومت اور قیادت کو قبول کر سکتے ہیں جو انہیں اسلام کیطرف رجوع کی دعوت دے۔ قیادت کسی قوم پر اوپر سے ٹھونسی نہیں جاتی اور نہ وہ کسی مصنوعی طریقہ سے جنم پاتی ہے بلکہ فطری طور پر اپنے مخلصانہ کردار سے خود ابھرتی اور مسلسل عمل سے خود نکھرتی چلی جاتی ہے۔ لہٰذا موجودہ ملکی قیادت کا اولین فرض تھا کہ ملکی تاریخ کے اس نئے اور نازک ترین موڑ پر خود کو پرکھتی اور یہ فیصلہ کر لیتی کہ اب سے آئندہ کیلئے اس کے نزدیک اسلام کی حیثیت محض ایک نعرہ کی نہ ہو بلکہ اسے اس بات کا پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ اسلام کو اپنائے بغیر ملک کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

اسلام کے نعرہ میں زبردست کشش اور عظیم جاذبیت کے باوجود اب صرف نعروں اور بے مقصد وعدوں سے عوام کو مزید دھوکہ میں نہیں رکھا جا سکتا اسلام کا نام سنتے سنتے لوگوں کے کان پک گئے ہیں ؂

کھاتے ہیں دل نے اتنے فریب اعتبار کے

اب اعتبارِ وعدۂ فردا نہیں رہا

اب جبکہ سینیٹ میں شریعت بل کو ہاؤس نے متفقہ طور پر بحث کیلئے ایڈمٹ کر لیا ہے۔ جو ایک قابلِ تقلید نمونہ اور نفاذِ شریعت کے دعویداروں کیلئے اتمام حجت ہے۔ لہٰذا اربابِ اقتدار کو اب بدلے ہوئے حالات کا سنجیدگی سے جائزہ لینا ہوگا لوگوں کے سوچنے کا انداز پہلے سے کافی حد تک بدل گیا ہے۔ وہ بار بار یہ سوال کرتے ہیں کہ جسطرح اسلام کو کامیابی اور کامرانی کا ضامن اور ایک مکمل ضابطۂ حیات کے طور پر باور کرایا جا رہا ہے۔ اور جیساکہ شیخ الحدیث مدظلہٗ نے ارکانِ اسمبلی کو یاد دلایا کہ اسلام کا نام لیکر اسلام کا منشور لیکر پارلیمنٹ اور نئی حکومت کی تشکیل ہوئی ہے اور اب جبکہ ملک کے سب سے اوارے سینیٹ نے شریعت بل بحث کیلئے منظور کر کے نفاذِ شریعت کی راہ ہموار کر دی ہے۔ تو پھر اربابِ اختیار اپنی ساری قوتیں اس کے نفاذ کیلئے کیوں وقف نہیں کر دیتے۔ سیاسی وملی بلند بانگ دعوے حقیقت سے ہمکنار کیوں نہیں ہوتے۔ پاکستان کی سالمیت اور نظریۂ پاکستان کا تحفظ اور قومی وحدت کا شیرازہ کیوں معرضِ خطر میں ہے۔ معاشی عدل وانصاف کی اب تک کوئی ادنیٰ جھلک بھی سامنے کیوں نہ آسکی قومی اور ملکی سطح پر درپیش مسائل، اسلام کے ناخنِ تدبیر سے حل کیوں نہیں کئے جاتے در اصل ان اضطراب انگیز سوالات کے پسِ منظر میں قوم ایک صحت مند اور شادکام معاشرہ اور اسلامی اجتماعی زندگی سے لذت آشنا ہونا چاہتی ہے۔ جو اسلامی اقدار اور قومی وملی روایات کی محافظ اسلامی قوانین کی بالادستی اور مکمل اسلامی آئین کے نفاذ کی ضامن ہو۔

ظاہر ہے کہ عوام کی یہ حیات آفرین توقعات محض اسلام کا نام لینے سے پوری نہیں کی جا سکتیں۔

؏ کیسے ہو مسیحا کہ مرض اور دوا اور

اب جبکہ سینیٹ میں شریعت بل بھی آگیا ہے پہلے سے کہیں زیادہ اس امر کی ضرورت ہے کہ ملکی قیادت کھل کر اور صحیح اسلام کی علمبردار بن کر میدانِ عمل میں اترے اور سب سے زیادہ توجہ ملک کی اسلامی اساس (نظریۂ پاکستان اور اب شریعت بل) کو مستحکم کرنے کی طرف دینی چاہیئے۔ کہ مکمل اسلامی آئین نافذ ہو تاکہ قوم کے اندر فکری اور جذباتی ہم آہنگی پیدا کر کے اسے صحیح معنوں میں ایک ملت بنایا جا سکے۔

سینیٹ میں شریعت بل کے آجانے کے بعد نہ صرف پاکستان کے دردمند اور غیور شہریوں کی نگاہیں نئی منتخب حکومت اور پارلیمنٹ پر لگی ہوئی ہیں، بلکہ پوری اسلامی دنیا، اسلامی آئین کے نازک ترین مرحلہ وامتحان کے

درپیش ہونے کے پیشِ نظر پاکستان کی ملتِ مسلمہ کی طرف نگاہیں اٹھائے ہوئے ہے۔ لهذا اربابِ اختیار اور ملک کے اربابِ حل و عقد کو وقتی اور جزوی باتوں کو بالائے طاق رکھ کر پورے ایمان جذبۂ اخلاص، حزم و احتیاط، تدبّر و دلسوزی اور مومنانہ فراست سے کام لیتے ہوئے صحیح، مثبت اور جرأت مندانہ قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ ؎

معمارِ حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

اس موقعہ پر علماء (بالخصوص حضرت شیخ الحدیث مدظلہ) کے انتخابات میں حصہ لینے اور قانون ساز اداروں تک پہنچنے کی ضرورت و اہمیت اور افادیت بھی واضح ہو کر سامنے آگئی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے مارشل لاء مغربی جمہوریت و سیاست، گروہی و جماعتی تعصب، کسی کی پگڑی اچھالنے، جماعتی تفرقوں میں پڑنے، انتشار بڑھانے عہدوں کا لالچ، سیاسی کھلنڈروں کے اشاروں پر ناچنے اور کسی کا آلۂ کار بن کر اسلامی قوت کو باطل کے پلڑے میں ڈال دینے والی منفی اور لادین سیاست سے قطع نظر اسلامی تعلیمات حالات کے تقاضوں اور اسوۂ نبوی کو سامنے رکھ کر بغیر کسی طمع و لالچ، خوف و ہراس اور خوف لومۃ لائم کے ضعف و علالت، پیرانہ سالی اور بڑھاپے کے باوجود باطل کی سرکوبی اور اسلامی آئین کی بالادستی کی خاطر علیٰ وجہ البصیرۃ انتخابی میدان میں کود پڑے اور اللہ تعالیٰ نے شاندار کامیابی سے نوازا آپ نے اسمبلی میں پہنچ کر نفاذِ شریعت گروپ کی تشکیل کی اور ایوان میں نظامِ اسلام اور حق کی آواز بلند فرمائی اور ہمیشہ سے باطل کے مقابلہ میں حق کی معرکہ آرائی کا تاریخی تسلسل قائم رکھا اور آپ ہی کی ہدایت پر اب مولانا سمیع الحق صاحب نے سینیٹ میں نفاذِ شریعت بل پیش کیا جو آپ کی برکتوں، مساعی سیاسی تشخص ذاتی وجاہت فکر و تدبّر اور سب سے بڑھ کر خدا کے حضور الحاح و تضرّع اور عجز و دعا کی زبردست پشت پناہی سے پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک اعلیٰ منتخب ادارہ (سینیٹ) میں صرف دو علماء کی بھرپور جد و جہد سے بحث کیلئے منظور کر لیا گیا جسے قراردادِ مقاصد کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ اور قیام و استحکام کی جد و جہد میں اہم مقام حاصل ہوگا۔

کاش! ناعاقبت اندیشی، سیاست بازی اور محض گروہی اور جماعتی تعصب کی وجہ سے دینی و علمی حلقوں اور مذہبی جماعتوں نے انتخابات میں حصہ لینے کا زریں موقعہ نہ کھویا ہوتا تو قومی اسمبلی اور سینیٹ میں علماء کی ایک طاقتور، فعال اور مؤثر آواز سے آج نقشہ دو چند ہوتا۔

؏ حق ترا چشمے عطا کردست غافل در نگر

مگر اب بھی بعض نادان دوست بجائے مثبت اور تعمیری کام کرنے اور غلبۂ حق کی خاطر کاروانِ ولی اللّٰہی کے آخری تاجدار حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی حمایت کرنے کے شیخ مدنیؒ، حضرۃ لاہوریؒ، مولانا مفتی محمودؒ،

اور حضرت درخواستی کے سجائے ہوئے گلشن کے ثمر آور سرسبز و شاداب اور پھلدار درختوں کو ایک ایک کرکے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی قسم کھائے بیٹھے ہیں۔

اب پچھلے دنوں اس گلشن کے گل سرسبد، جرأت و استقامت خلوص وللہیت، صبر و عزیمت اور حیا و شرافت کے پیکر اور حق و صداقت کی آہنی دیوار حضرۃ شیخ الحدیث مدظلہ پر بھی اخلاق اور شرافت سے گری ہوئی حد درجہ گھٹیا اور مذموم سنگباری کی کوشش کی ہے۔ مگر ایسی چھچھوری حرکتوں سے غلبۂ حق کی تحریک اور پارلیمنٹ میں نظام اسلام کی مؤثر ترجمانی کو دبایا نہیں جاسکتا۔

آخر جو شخصیت وفاق المدارس العربیہ کی سرپرست ہو جکی پشت پر ایک ہزار دینی مدارس ہوں جس کے فتوی اشارہ اور رہنمائی و سرپرستی میں ۵ سال سے نہتے افغان مجاہد روسی اژدہا سے مقابلہ کر رہے ہوں، ملک میں شاید ہی کوئی دینی مدرسہ ایسا ہو جہاں آپ کے تلامذہ موجود نہ ہوں۔ جکی علمی عظموں کے سامنے عرب کے شیوخ جھک جاتے ہوں جس نے اپنے بے داغ کردار سے سیاسی بصیرت کا لوہا منوایا ہو جس کا مقابلہ پیپلز پارٹی کے دور کے ڈکیٹیٹر اور مطلق العنان حکمران بھی ایک پیغمبر (حکمرانوں کی جاہلانہ اصطلاح میں) کے مقابلہ سے کم نہ سمجھتے ہوں جکی حالیہ انتخابات میں عوامی مقبولیت دیکھ کر بی بی سی کے غیر مسلم نمائندے بھی اسے میجک مولانا (جادوگر مولانا) پکارتے ہوں اور جس کے تقدس کی فرشتے بھی قسم کھاتے ہوں۔ کیا اس کے بارے میں چند بد خود غلط سرپھروں کے گستاخانہ اور غیر شریفانہ فیصلے اور اخباری بیانات عظمت حق کے آسمان میں کوئی دراڑ پیدا کرلیں گے۔

فارجع البصر هل ترى من فطور ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر خاسئا وهو حسير ۔ الآية ۔

قارئین بنام مدیر

* تھائی لینڈ کی مظلوم مسلمان اقلیت
* علماء سلف اور ان کی معاش
* شُتّی مطالبات
* حضرت علی اور فن سپہ گری
* ڈاکٹر حمید اللہ کا مکتوب گرامی

افکار و تاثرات

تھائی لینڈ کی مظلوم مسلمان اقلیت

ویسے تو اسلام دشمن عناصر کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی طریقہ سے کفر و الحاد میں جھونک دیا جائے مگر ع

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

جنوبی تھائی لینڈ ضلع پتانی کے تحصیلدار مسمی جناب تھکنگ سک پتنو THAKING SAK PATHNO نے مقامی سکولوں کو احکامات جاری کئے ہیں کہ تمام طلبار اپنے اسلامی نام بدل کر غیر مسلم رکھ لیں تاکہ ہمیں لکھنے میں آسانی ہو۔ جو آدمی اپنا نام بدلے گا اس سے نام بدلنے کی فیس نہیں لی جائے گی۔ تجربے کے طور پر ۱۲ مارچ ۱۹۸۵ء کو ضلع کے صرف ۲۹ سکولوں کو ایسے احکامات جاری کئے گئے تاکہ اندازہ لگایا جائے کہ مسلمانوں کا اس کے خلاف ردِّ عمل ظاہر ہوتا ہے یا نہیں۔ پس حکومت نے تجربہ کے طور پر جن سکولوں کو مذکورہ احکامات جاری کئے تھے ان میں ہزاروں طلباء نے اپنے اسلامی نام بدل کر غیر مسلم نام رکھ لئے۔

پھر تحصیل سائے بوری کے تحصیلدار مسمی جناب پراسنگ پونگ سک (PARASUNG PONGSAK) نے حکم نامہ نمبر (ST.1438-07/022) کے ذریعہ تمام سکولوں کو حکم دے دیا کہ ۱۹۸۷ء میں تھائی لینڈ کے بادشاہ کے یوم پیدائش کا ساٹھواں سالگرہ منایا جائے گا۔ جس میں ملک و ملت اور بادشاہ کی خوشحالی کے لئے دعائیں مانگی جائیں گی اور ایک قومی دن منایا جائے گا۔ لہٰذا ہر سکول میں گوتم بدھ کا ایک مجسمہ نصب کیا جائے تاکہ یوم جشن کے موقع پر رسمی عبادت بھی کی جا سکے۔ پس جن سکولوں میں بت نہیں ہے وہ ۱۲ اپریل ۱۹۸۵ء تک حاصل کرنے کے لئے حکومت سے رجوع کریں۔ بتوں کی تقسیم کے لئے بیس دن مہلت دی گئی ہے۔

یاد رہے کہ ان سکولوں میں ۹۰ فیصد طلباء مسلمان ہیں مگر پھر بھی ان سکولوں میں بت نصب کرنے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں جس میں مسلمانوں کی دل آزاری کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ اور مسلمان بچوں کو بت پرستی پر مجبور کرنے کی ایک مذموم کوشش ہے۔ ۱۰ جون ۱۹۸۵ء کو بنکاک پوسٹ (BANGKOK POST) اخبار میں شائع

سورین پیسوان (DR. SOREEN PESWAN) نے اعلان کیا کہ جنوبی تھائی لینڈ میں سری نکرین ویروٹ یونیورسٹی (UNIVERSITY SERINAKREN WERDT) میں برائے ترقی حفظان صحت اطفال جنوبی تھائی لینڈ کے لئے تحریک چلائی جائے گی جس میں شرکت کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ مسلمان باشندوں کو دعوت دی گئی تھی۔ بعد میں شرکت کرنے والوں نے انکشاف کیا کہ تدارک اولاد کا عمل تیز تر کرنے کے لئے اور عوام میں تدارک اولاد کا عمل مقبول بنانے کے لئے یہ تحریک چلائی جا رہی ہے جس کا ہدف صرف مسلمان آبادی ہے کیونکہ تا حال تدارک اولاد پر مسلمانوں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اور حکومت فکرمند ہے کہ اگر مسلمانوں نے تدارک اولاد میں عملاً حصہ نہ لیا تو مسلمانوں کا تناسب ..... ہونک کافی بڑھ جائے گا۔ مسلمانوں میں کرائے کے مفتی اور علماء چن لئے گئے ہیں تاکہ وہ فتووں، تقریروں اور مضامین کے ذریعے مسلمانوں کو تدارک اولاد پر مائل کرنے کی کوشش کریں۔

بعد ازاں نائب وزیر تعلیم جناب سمپن تونگ سمک (SAMPAN THONG SAMAK) نے بلا استثناء حکم جاری کیا کہ پوری سلطنت میں ہر سکول میں گوتم بدھ کا مجسمہ نصب کریں اور طلباء میں بُت کے عبادت کرنے کا طریقہ راسخ کریں تاکہ بادشاہ کے یوم پیدائش کے ۶۰ واں سالگرہ منانے تک تمام طلباء عبادت کے عادی ہو چکے ہوں۔ جو ۱۹۸۷ء میں منایا جائے گا۔ اس حکم نامہ میں بھی ہر ایسے علاقے کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ جہاں سکولوں میں مسلمان طلباء کا تناسب ۹۰٪ فیصد سے بھی زیادہ ہے۔

بعد ازاں حکومت کو مسلمانوں کی بے حسی معلوم ہو چکی ہے۔ لہٰذا وقفہ وقفہ سے احکامات جاری کئے جاتے ہیں جو اسلامی شعار سے ٹکراتے ہیں۔ ابھی ابھی جنوبی تھائی لینڈ میں ناموں کے بدلنے کی تحریک اٹھی اور اس کے فوراً بعد وہاں کے جاوی زبان کا رسم الخط بدلنے کی کوشش بھی شروع کی گئی ہے جس کی وجہ سے مسلمان اَن پڑھ ہو کر رہ جائیں گے جنہوں نے صرف جاوی زبان لکھنی پڑھنی سیکھی ہے۔ اور اس طرح اُن پر ایک اجنبی زبان مسلّط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

درج بالا تمام احکامات دستور کی دفعہ ۲۵ کی صریح خلاف ورزی ہے۔

جس میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ ہر مذہب کے پیرو کو ان کی مذہبی رسومات اور مذہبی شعار اپنانے کی کھلم کھلا اجازت ہوگی۔ دفعہ ۲۵ میں مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔

جنوبی تھائی لینڈ کے ضلع نراتیواٹ (NARATHIWAT) کے سابق ممبر صوبائی اسمبلی جناب وچرا موروبٹ (WACHRA MORO BUT) نے تھائی مسلم تکسین ایسوسی ایشن (SOUTH MOSLIM TAKSEEN-ASSOCIATION) احتجاج کرنے کے لئے سفارشات کی ہیں۔ احتجاج کا پہلا مراسلہ وزیر اعظم تھائی لینڈ پریم تن سُولانن کو یادداشت کے طور پر دیا گیا ہے۔

۱۳ جون ۱۹۸۵ء کو ڈیلی نیوز (DAILY NEWS) اخبار میں شہ سرخی سے یہ خبر شائع ہوئی کہ ہر سکول میں

گوتم بدھ کا مجسمہ نصب کیا گیا۔ اور تمام طلبا کو اسمبلی کے دوران مجسمہ کے سامنے کھڑے ہونے کی ہدایات کی گئی۔ اس اعلانیہ میں مسلمانوں کی کوئی استثنا نہ تھی جب کہ اس کے بعد ہر سکول میں طلبا حاضری سے پہلے ہاتھ جوڑتے اور سر نیچا کرتے راقم نے خود دیکھا ہے مگر مسلمان طلبا صرف ہاتھ جوڑتے ہیں اور آہستہ آہستہ سر نیچا کرنے پر مجبور کئے جائیں گے۔

اس اعلانیہ میں وضاحت کی گئی ہے کہ بُت اس غرض سے سکولوں میں نصب کئے گئے ہیں تاکہ طلبا میں بدھ مذہب سے دل لگی پیدا ہو جائے اور آئندہ یوم پیدائش کے ۶۰ ویں سالگرہ منانے تک عبادت کا عقیدہ راسخ ہو جائے۔ غیر مسلم نام رکھنے پر مسلمانوں کو کافی عرصہ سے مجبور کیا جا رہا ہے مگر باضابطہ تحریک ابھی ابھی شروع کی گئی ہے۔

حال ہی میں جو نام عبداللہ۔ ابراہیم۔ اسماعیل۔ اسحاق اور یوسف وغیرہ ہوتے تھے وہ اب بدھ مذہب اور ہندو مذہب کے دیوتاؤں کے نام میں بدل دئے گئے۔

اگر عالم اسلام اب بھی ہوش سنبھالے تو اپنے مجبور تھائی لینڈی مسلمان بھائیوں کا مذہبی تشخص اور وقار بحال کر سکتے ہیں۔

(محمد خلیل اللہ عفی عنہ حال مقیم تھائی لینڈ)

<u>علماء سلف اور ان کی معاش</u> | ماہنامہ الحق اپریل ۵۵ء میں ایک مضمون بہ عنوان۔ علامہ سمعانیؒ سے ایک ملاقات (از مولانا عبدالقیوم حقانی) شائع ہوا۔ جو فکر انگیز اور سبق آموز ہے جس میں علماء حق کی زندگی کے نقشہ، بلا اجرت خدمت دین کا آئینہ دار ہے۔

علماء حق نے ہمیشہ حکومتی امداد، ملازمت یا وظیفہ سے احتراز کیا اور دین کی خدمت ہمیشہ بلا اجرت (یہی طریق پیغمبری ہے) کی۔ اور اپنی معاش کا انتظام ذاتی کسب و مزدوری سے کیا۔

اس نکتہ کو مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنے خطاب بہ طلباء دیوبند ۱۹۵۵ء میں پیش فرمایا:۔

"عزیزانِ ملت! یاد رکھئے۔ دنیا نے علم کو ہمیشہ وسیلہ سمجھا مگر مسلمانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے علم کو کبھی وسیلہ نہ سمجھا۔ بلکہ مقصد سمجھا ..."

علم دین وسیلہ نہیں، مقصد ہے۔ اس کو کسی وسیلہ کے لئے حاصل نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ اس کا حصول فرض ہے (طلب العلم فریضۃٌ علیٰ کلّ مسلمٍ و مسلمۃ (حدیث)

اسی لئے مسلمانوں نے کبھی بھی علم کو اس لئے حاصل نہیں کیا کہ اس کے ذریعے سے معیشت حاصل کریں گے یا کسی سرکاری منصب پر فائز ہوں گے۔ مسلمانوں نے ذریعہ معیشت کسی اور چیز کو بنایا اور علم کو صرف علم کے لئے سیکھا اور اسی کو اپنا مقصد بنایا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ جن کی فقہ پر کروڑوں مسلمان عمل کرتے ہیں وہ بزاز تھے۔ انہوں نے اپنے وسیع علم کو ذریعہ معیشت نہیں بنایا بلکہ ذریعہ معیشت پارچہ فروشی تھا۔

حضرت امام معروف کرخیؒ موچی تھے۔ آج تم ان پیشوں کو سننے کے لیے بھی تیار نہ ہوگے مگر جن امام کرخیؒ کے احترام کے لیے تمہارے دلوں کے دریچے کھل جاتے ہیں۔ وہ کرخ کے بازار میں نکل جاتے تھے اور راستہ چلنے والوں میں سے کسی کا جوتا ٹوٹا ہوا ہوتا تو اسے سی دیا کرتے تھے۔ اور اُن کی اُجرت سے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔
شمس الائمہ کا نام بھی حلوانی پڑ گیا تھا۔ ایک طرف خطاب شمس الائمہ اور دوسری طرف حلوانی یعنی اتنا بڑا عالم حلوہ فروش بنا ہوا تھا۔"

چند سال ہوئے مولانا سید امیر شاہ صاحب قادری (پشاور) نے ایک کتاب "تذکرہ حفاظ پشاور" شائع کی تھی۔ اپنی گذر اوقات کسی پیشہ، مثلاً کباب فروشی، کھیر فروشی، اور گوشت فروشی سے کرتے تھے۔ وہ اپنا کام کرتے جاتے اور ساتھ ہی شاگردوں کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔

میں ۱۹۳۱ء میں سول ہسپتال صوابی (مردان) کا انچارج تھا تو وہاں ایک عالم مولانا محمد ارشاد، جو فاضل دیوبند تھے، سے ملاقات ہوتی رہی۔ آپ نے اپنا ذریعہ معاش کاشتکاری بنایا ہوا تھا۔ ہل چلاتے تھے۔ بیلوں کے لئے گھاس کاٹتے اور فارغ وقت میں دین کی تعلیم دیتے تھے۔

اگر کوئی اہل علم تحقیق کرے تو پاکستان میں بہت سے علماء کو اس زمرہ میں پائے گا۔ (ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی)

سنّی مطالبات | بخدمت صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب و وزیر اعظم محمد خان جونیجو صاحب

۱۔ سنّی مسلمانوں کی عظیم اکثریت کی بنا پر پاکستان کو سنّی اسٹیٹ قرار دیا جائے۔

۲۔ کتاب اللہ و سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی پیروی میں اسلامی نظام حکومت نافذ کرنے کا دوٹوک اعلان کیا جائے۔

۳۔ نبی کریم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ کلمۂ اسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (جو صحابہ، اہلبیت اور امت مسلمہ کا اجماعی کلمۂ اسلام و ایمان ہے) کے خلاف ہر اس کلمۂ اسلام کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے جس میں خالق کائنات کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے علاوہ کسی اور شخصیت کی خلافت و امامت یا نبوت و رسالت کا اقرار پایا جائے۔

(ب) اذان اسلام میں بھی توحید و رسالت کی شہادت کے علاوہ کسی اور شخصیت کی خلافت و امامت یا نبوت و رسالت کی شہادت کو ممنوع قرار دیا جائے۔

۴۔ سنّی حنفی مسلمانوں کی عظیم اکثریت کی بنا پر پاکستان کا پبلک لاء سنّی فقہ حنفی پر مبنی قرار دیا جائے۔ جیسا کہ ایران میں پبلک لاء صرف شیعہ فقہ پر مبنی ہے۔ حالانکہ وہاں سنّی مسلمان کم و بیش ۳۰-۳۵ فیصد آباد ہیں۔

۵۔ جو نیجو موسوی معاہدہ منسوخ کرکے شیعوں کے نفاذ فقہ جعفریہ کے مطالبہ کو بالکلیہ مسترد کردیا جائے کیوں کہ ایک مسلم مملکت میں اسلام کے نام پر دو متضاد پبلک لاء کا کوئی جواز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جس فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ کیا جارہا ہے یہ نہ امام جعفر صادق نے نافذ کی ہے اور نہ ہی ائمہ اہل بیت میں سے کسی امام نے حتیٰ کہ اسلام کے چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اپنے دور خلافت میں بھی اس کا نفاذ نہیں ہوا۔ بلکہ آپ نے بھی وہی قانون نافذ کیا جو آپ کے پیش رو خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم نے نافذ فرمایا تھا (ملاحظہ ہو شیعہ مذہب کی مستند ترین کتاب الکافی کا حصہ روضۂ کافی ص ۲۹، ۳۰ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

۶۔ شیعوں کا ماتم مروجہ کتاب، وسنت اور ائمہ اہل بیت کے ارشادات کی روشنی میں ناجائز اور حرام ہے۔ اور شیعہ ماتمی جلوس شرعاً ناجائز ہونے کے علاوہ ملک میں سنی شیعہ تصادم کا اصل منبع ہیں۔ اس لئے ان پر مکمل پابندی لگا کر پاکستان میں فرقہ وارانہ انتشار و فساد کا سدباب کیا جائے۔

۷۔ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے نافذ کردہ تحفظ ناموس صحابہ آرڈی ننس پر سختی سے عمل کرایا جائے اور جو لوگ تحریری یا تقریری طور پر اس آرڈی ننس کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو سنگین سزا دے کر عظمت صحابہ و اہل بیت کا تحفظ کیا جائے۔

۸۔ شیعوں کی صحیح مردم شماری کرا کے ان کی تعداد کے مطابق ان کو ملازمتوں اور محکموں میں حصہ دیا جائے کیونکہ ملازمتوں اور محکموں میں سواد اعظم اہل سنت کی حق تلفی ہو رہی ہے (متحدہ سنی محاذ)

حضرت علی اور فن سپہ گری

مئی ۸۵ء کا الحق نظر نواز ہوا۔ میجر افضل خان کا مضمون پڑھا موصوف لکھتے ہیں :۔

"جنگ خندق میں عرب اور قریش کے مشہور پہلوان عمر بن عبدود جو جنگ کی حسرت کو اٹھائے دن بدن بوڑھا ہو رہا ہے اس کا حضرت علی رضؓ کی تلوار نے کام تمام کر دیا"

اگر اس واقعہ کو کوئی غیر مسلم پڑھے تو وہ حضرت علی کی مافوق الفطرت بہادری کا اثر قبول کرنے کی بجائے یہ سوچے گا کہ ایک بوڑھے پہلوان کو موت کے گھاٹ اتارنا کونسی بہادری ہے؟ بوڑھا خواہ کتنا ہی بڑا پہلوان کیوں نہ ہو بڑھاپے کی معذوری کا شکار ضرور ہوتا ہے۔ پھر یہ کہتا کہ اس بوڑھے پہلوان نے جنگ کی حسرت میں اپنا سر قلم کرایا اور وہ بھی "شیر خدا" کی تلوار سے۔ تو میجر صاحب نے لاشعوری طور پر اس جرأت و بہادری کا کریڈٹ "بوڑھے پہلوان" کو دے دیا۔ کیونکہ جنگ خندق کے وقت حضرت علی جوان بھی تھے اور "شیر خدا" بھی۔

مضمون کے آخر میں میجر صاحب لکھتے ہیں :۔

"انگریز مورخ جان گلب حیران ہے کہ حضرت علی رضؓ جو اس وقت ساٹھ برس کے ہو چکے تھے، چالیس برس کے قریب کی عمر والے معاویہ رضؓ کو مقابلہ میں بلا کر بڑا خطرہ مول لے رہے تھے۔ اب اسے بیچارہ گلب حضرت علی رضؓ کی شان کو کیا سمجھے۔ البتہ امیر معاویہؓ اس چیز کو سمجھتے تھے اور وہ مقابلہ کے لئے نہ آئے۔ ان کو معلوم تھا کہ ان کے غلام کیسان کی طرح اللہ کا شیر ان کو گردن سے پکڑ کر گیند کی طرح کئی سو گز دور پھینک دے گا"

اب آپ ذرا پہلے واقعہ سے دوسرے واقعہ کا تقابل کیجئے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنے "بزدل" اور "کم حوصلہ" تھے کہ وہ حضرت علی رضؓ کی دعوت مبارزت پر پیٹھ دکھا گئے۔ اور قریش کا بوڑھا پہلوان اتنا بہادر اور با حوصلہ تھا کہ اس نے ضعف پیری کا خیال کئے بغیر حضرت علی سے مقابلہ کیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والا صحابی رسولؐ کاتب وحی کے مقام و مرتبہ سے بالکل ناواقف ہے۔ بات سلیقہ سے یوں بھی لکھی جا سکتی تھی کہ:۔

جناب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ پر اس لئے نہ آئے کہ وہ ان کے انداز سپہ گری سے واقف تھے۔ نیاز مند سلیم فاروقی۔ کراچی

<u>ڈاکٹر حمید اللہ کا مکتوب گرامی</u> | آپ ازراہ عنایت اس ناچیز کو الحق بھیج رہے ہیں اور میں اس سے مستفید ہوا کرتا ہوں جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ شعبان کا شمارہ ابھی ابھی آیا ہے۔ دو باتیں عرض کرنے کو جی چاہتا ہے۔

۱۔ مجھے عسکری زندگی کا بدقسمتی سے ذرا موقع نہ ملا۔ ورنہ سیرت النبی اور غزوات مبارکہ کو بہتر سمجھ سکتا۔ اور ان کی بہتر قدر کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ میجر افضل صاحب کو جزا دے وہ اس پر توجہ کر رہے ہیں۔ انہیں ان جنگوں کے میدانوں کا بر سر موقع بھی مطالعہ فرمانا چاہئے۔ میری کتاب "عہد نبوی کے میدان جنگ" اردو اور انگریزی دونوں میں گویا نقش اولیں ہیں۔ اس دفعہ میجر صاحب نے حضرت علیؓ اور جنگ ہائے جمل و صفین کا مختصر ذکر فرمایا ہے۔ معلوم نہیں ان کے مطالعہ سے گزرا یا نہیں، کراچی کے جرنل پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی" کے اکتوبر ۱۹۸۲ء میں ان جنگوں کے پس منظر پر ناچیز نے ایک مضمون لکھا ہے جس کا عنوان ہے "جنگ ہائے جمل و صفین کا یہودی پس منظر" اس پر میجر صاحب تنقید فرما سکتے ہیں۔

۲۔ الحق کے زیر نظر شمارہ مئی ۱۹۸۵ء (شعبان ۱۴۰۵ھ) ص ۶۰ تا ۶۱ میں "ترجمہ و تفسیر قرآن" کے آغاز کا ذکر آیا ہے مگر واضح نہ ہو سکا کہ آیا ایک نئے اردو ترجمے کا آغاز ہو رہا ہے یا مراد محض طلبہ کی تدریس ہے۔ اول الذکر بات ہے تو مجھے اس سے یوں دلچسپی ہے کہ مترجمین قرآن کی فہرست مدون کر رہا ہوں۔ بینوا توجروا۔

حفظکم اللہ وعافاکم

الفقیر الی اللہ محمد حمید اللہ

شائقین علوم حدیث کی سالہاسال کی آرزوؤں کی تکمیل
تکملہ فتح الملہم
جلد اوّل
بحمداللہ طباعت کے حسین لباس میں جلوہ گر ہو چکی ہے
تالیف : مولانا محمد تقی عثمانی استاذِ حدیث دارالعلوم کراچی
صحیح مسلم پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شہرہ آفاق عربی شرح "فتح الملہم" وہ بے مثال شرح ہے جس نے مشرق ومغرب سے خراجِ تحسین وصول کیا. لیکن افسوس ہے کہ حضرت علامہ اپنی حیات میں اسے مکمل نہ فرماسکے' اور اہل علم کی ہمیشہ آرزو رہی کہ اس کا تکملہ لکھا جائے. مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی ایماء پر اور ان کی نگرانی میں مولانا محمد تقی عثمانی نے اس عظیم کام کا آغاز کیا' اور اب بفضلہ تعالیٰ اس تکملہ کی سات سو صفحات پر مشتمل پہلی جلد چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے.
پہلی جلد میں رضاع، طلاق، عتاق، بیوع اور مساقاۃ مکمل.
احادیث کے مستند مآخذ میں پھیلی ہوئی بحثوں کا مستنبط اور عام فہم لبّ لباب.
احادیث کے ایک ایک جزء کی مبسوط اور دلنشیں تشریح.
احادیث کی تخریج، راویوں کے حالات اور مختلف طرق حدیث کا مفصل بیان.
فقہی مسائل میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب کا مستند ترین تذکرہ.
فقہاءؒ کے مفصل دلائل اور ترجیح راجح کے لئے سیر حاصل مباحثہ.
عہدِ حاضر میں پیدا شدہ فتنوں اور ان کے پھیلائے ہوئے شبہات کا شافی جواب.
نئے فقہی مسائل مثلاً بیع حقوق، نوٹوں کے احکام، کرنسی کے تبادلے اور ان جیسے پیچیدہ موضوعات پر نادر تحقیقات.
صحیح مسلم کے متعلقہ حصّہ کی ایسی جامع شرح جو انشاءاللہ طالبانِ حدیث کی دیرینہ پیاس بجھائے گی.
جن ابواب میں مروّجہ شروح کے اختصار کی بنا پر بہت سے مسائل تشنہ رہ جاتے ہیں اُن میں تشفی بخش تفصیل جو سالہاسال کی محنت اور مطالعے کا نچوڑ ہے.
شام کے مشہور محقق عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدّۃ نے کتاب پر پیش لفظ لکھا ہے اور اس کتاب کی تحقیقات کو نادر المثال قرار دیا ہے.
دبیز آفسٹ پیپر پر ٹائپ کی حسین طباعت. ہر حدیث پر نمبر پڑے ہوئے. ہر پیراگراف ممتاز، جا بجا عنوانات، مفصل فہرست اور استفادہ نہایت آسان.
ریگزین کی دلکش ترین جلد ——— قیمت دو سو روپے
ناشر: مکتبہ دارالعلوم کراچی

شفیق فاروقی
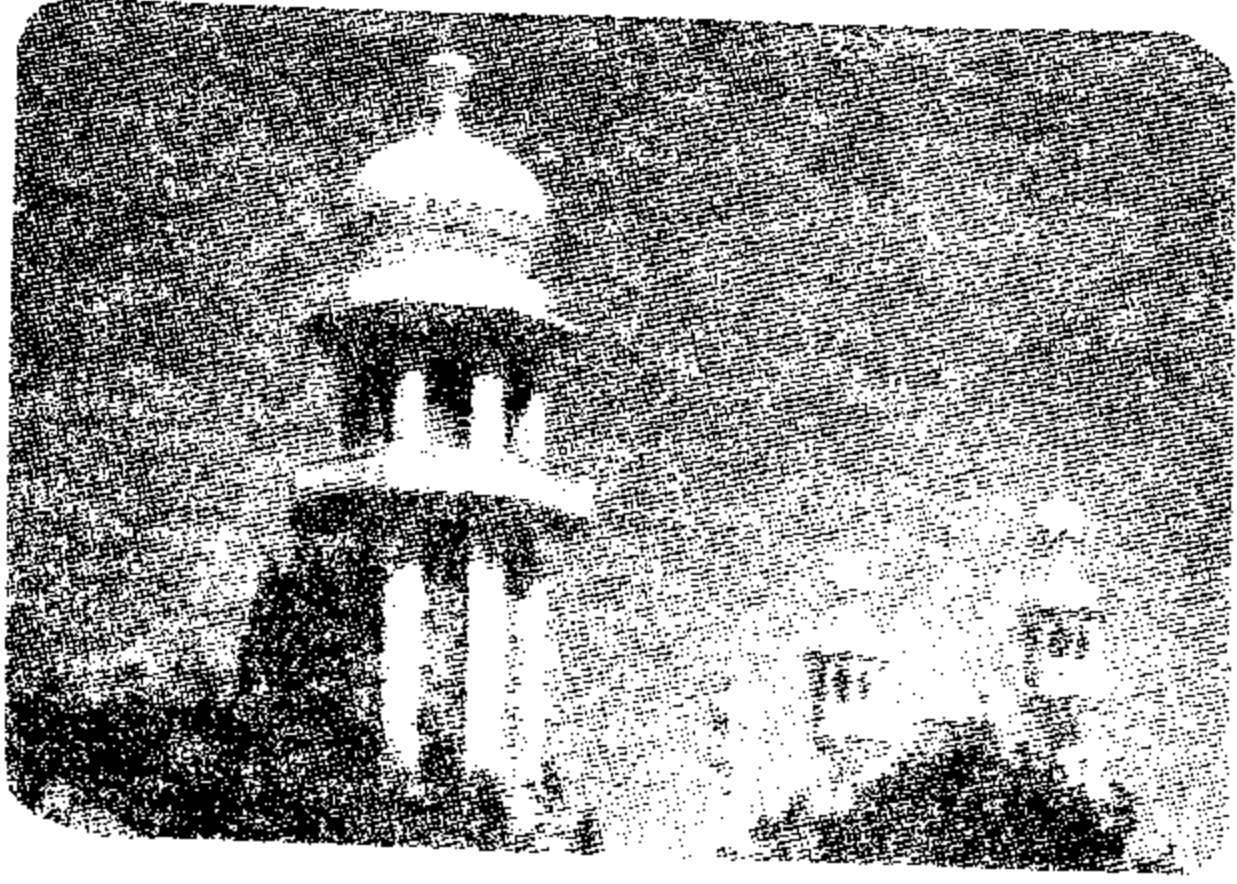
دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز

تعطیلات | یکم شعبان سے تقریباً دو ہفتے تک طلبہ کے تحریری اور تقریری امتحانات جاری رہے وفاق کے بورڈ کے تحت امتحان دینے والے دورۂ حدیث اور دوسرے درجات کے طلبہ کے لئے کراچی اور کوہاٹ وغیرہ سے نگران حضرات تشریف لائے۔ جب کہ دوسرے درجات کے طلبہ کے امتحانات کی نگرانی دارالعلوم کے اساتذہ اور منتظمین حضرات نے کی۔ اس کے بعد ۱۰ شوال تک سالانہ تعطیلات کا اعلان کر دیا گیا۔

تاہم دفتر اہتمام اور دارالعلوم کے دیگر شعبہ جات ماہنامہ الحق، مؤتمر المصنفین، دارالتصنیف، دارالافتاء اور کتب خانہ وغیرہ کے دفاتر کھلے رہے۔ اور کام جاری رہا۔ دارالحفظ والتجوید اور شعبہ ترجمہ و تفسیر قرآن میں بھی باقاعدہ تعلیم جاری رہی۔ اور مسافر طلبہ کے لئے مطبخ وغیرہ کا انتظام بھی جاری رہا۔

اس سال تو رمضان المبارک میں بھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ضعف و علالت کے باوجود قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد تشریف لے جاتے رہے مگر اس کے باوجود تراویح میں قرآن سننے کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پایا۔ آپ کے برخوردار مولانا حافظ انوار الحق صاحب جو ہمیشہ سے آپ کو تراویح میں قرآن سناتے ہیں اس مرتبہ بھی انہوں نے احسن طریقہ سے یہ خدمت انجام دی۔

ترجمہ و تفسیر قرآن کی اختتامی تقریب | ۲۱ رمضان المبارک۔ ترجمہ و تفسیر قرآن جو مولانا سمیع الحق کی تحریک و تجویز پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی باقاعدہ منظوری کے بعد دارالعلوم کے دو اساتذہ مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب اور عبدالقیوم حقانی نے ۱۵ شوال سے پڑھانا شروع کیا۔ داخلہ کے محدود ہونے کے باوجود فضلاء اور طلبہ کی ایک بڑی جماعت شریک درس رہی۔ جو ۲۱ رمضان کو اختتام کو پہنچا۔ اساتذہ اور شرکاء درس کے شدید اصرار پر مولانا سمیع الحق نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اختتامی درس دیا جسے ٹیپ سے نقل کیا جا چکا ہے۔ آئندہ کسی اشاعت میں نذر قارئین کر دیا جائے گا۔ ان کے اختتامی درس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے اساتذہ، شرکاء، دارالعلوم کی بقا و استحکام نظام اسلام کے قیام، دارالعلوم کے مخلصین و معاونین اور مسلمانان عالم کے حق میں طویل دعا فرمائی۔ اور اپنے ہاتھ سے

۶۰ سے زائد مستحق طلبہ میں سندات تقسیم فرمائیں۔ تقسیم سندات اور ختم ترجمہ وتفسیر کی اس مبارک تقریب میں دارالعلوم میں موجود مشائخ واساتذہ اور بعض دور سے آئے ہوئے مہمان بھی شریک رہے۔

دارالعلوم کا نیا تعلیمی سال ویسے تو دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کے لئے طلبہ کی درخواستیں بہت پہلے داخلہ شعبان اور رمضان ہی میں دفتر اہتمام کو موصول ہونا شروع ہوگئیں۔ مگر باقاعدہ داخلہ گیارہ شوال سے ۲۰ شوال تک جاری رہا، جبکہ ۱۰ شوال کو دارالعلوم کے اساتذہ کا خصوصی اجلاس ہوا جس میں طلبہ کے داخلہ جدید طلبہ کے لئے داخلہ میں ہر ممکن رہنمائی وسہولت، دارالعلوم کے قواعد وضوابط سے طلبہ کو آگاہ کرنا۔ گذشتہ سال فیل ہونے والے یا سالانہ امتحان سے غیرحاضر ہونے والے طلبہ کے مسائل سے نپٹنا۔ غیرشرعی شکل وصورت کے طلبہ کو تنبیہ اور آئندہ کے لئے عہد لینا۔ داخلہ انٹرویوز اور داخلہ امتحانات کا اہتمام، دوران سال مطالعہ وتکرار، اخلاقی تربیت، امتحانات اور معیار تعلیم کو مزید بلند اور مستحکم کرنا اور اس نوع دیگر اہم امور پر غور کیا گیا۔ نیز فیصلہ کیا گیا کہ دوران سال بھی مختلف وقفوں سے اساتذہ کی اس کمیٹی کا اجلاس ہوتا رہے تاکہ دارالعلوم میں تعلیمی، انتظامی اور تربیتی کام کا جائزہ اور محاسبہ لیا جاتا رہے۔ اور اس کو مزید معیاری بنانے کے لئے کمیٹی سفارشات مرتب کرکے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو پیش کرتی رہے نیز کمیٹی کے اس اجلاس میں نئے تعلیمی سال کے لئے چند اہم قواعد اور ضابطے مرتب کئے گئے جن کی بعد میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے منظوری دے دی۔ جن میں بعض درج ذیل ہیں۔

۱۔ ایسے طلبہ جو گذشتہ سال بغیر کسی شرعی اور واقعۃً قابل لحاظ عذر کے سالانہ امتحانات میں شریک نہیں ہوئے اس سال ان کو قطعی طور داخلہ نہیں دیا جائے گا۔ اور اس سلسلہ میں کوئی سفارش وغیرہ مسموع نہ ہوگی۔

۲۔ ایسے طلبہ جو گذشتہ سال امتحان میں تین یا تین سے زائد کتابوں میں فیل ہوگئے ہوں اس سال ان کا داخلہ بند رہے گا۔ البتہ اگر فیل ہونے والے طالب علم کی درخواست اور مطالبہ پر داخلہ امور کی کمیٹی کو طالب علم کے آئندہ سدھرنے کا یقین ہوگیا تو ایسے طلبہ کو موقت داخلہ دیا جائے گا۔ یعنی سہ ماہی امتحان تک طالب علم اپنے قیام وطعام کا خود ذمہ دار ہوگا۔ گذشتہ سال کی کتابیں اس سال اسے دوبارہ پڑھنا ہوں گی۔ اور اگر سہ ماہی امتحان میں اس نے کامیاب نمبر حاصل کئے تو اس کے مستقل داخلہ اور قیام وطعام کی منظوری دیدی جائیگی۔

۳۔ ایسے طلبہ جو گذشتہ سال سالانہ امتحان میں ایک یا دو کتابوں میں فیل ہوئے ہوں تو حسب ترتیب نئے تعلیمی سال میں ایک اور دو ماہ ان کا کھانا بند رہے گا اور ان کا داخلہ بھی موقت رہے گا اور مزید اس سلسلہ میں حسب حال کمیٹی کی سفارش ملحوظ رہے گی۔

سال نو کی افتتاحی تقریب | ۱۰ شوال سے دورہ حدیث کے علاوہ دوسرے درجات کے داخلے بند کر دئے گئے۔ اساتذہ اور منتظمین طلبہ کے فارم داخلہ کی تصحیح و ترتیب، فارموں سے مختلف درجوں اور کتابوں کے شرکاء کی فہرست اور دارالاقاموں میں طلبہ کے قیام کے انتظام وغیرہ کی طرف فوری طور پر متوجہ ہوئے، اکثر کام نپٹا لیا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ۲۲ شوال بروز جمعرات ساڑھے نو بجے سال نو کی افتتاحی تقریب کے انعقاد کا اعلان فرمایا۔ وقت مقررہ پر اساتذہ و طلبہ دارالحدیث میں پہنچ گئے۔ ہال کچھا کھچ بھر چکا تو دارالحدیث کے سامنے والے برآمدے اور صحن میں دریاں بچھا دی گئیں۔ اندر باہر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی قاری محمد سلیمان صاحب کی تلاوت کلام پاک کے بعد حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے بخاری شریف کے درس سے افتتاح کیا۔ اور مختصر خطاب بھی فرمایا جسے ٹیپ میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔

نتائج امتحان وفاق المدارس العربیہ | وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت ۱۲ شعبان سے گیارہ شعبان ۱۴۰۵ھ تک منعقد ہونے والے سالانہ امتحانات کے نتائج کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اور وفاق کے مرکزی دفتر سے ملحقہ مدارس کو نتائج کی تفصیلی رپورٹ بھیجی جا رہی ہے۔ اس سال بورڈ کے تحت درجہ عالیہ (دورہ حدیث) کے امتحان میں ۳۵۵ دینی مدارس کے شرکاء کی تعداد ۲۵۰۱ رہی۔ جبکہ دارالعلوم حقانیہ بورڈ کے تحت امتحان میں شریک ہونے والے طلباء کی ۱۱۰ تھی۔ جو امتحان میں شریک تمام مدارس میں سب سے بڑی تعداد ہے۔ اور بنا بر عذر کے جو طلباء وفاق کے تحت امتحان میں شریک نہ ہو سکے، تو دارالعلوم کے زیر اہتمام ان کا علیحدہ امتحان لیا گیا۔ اور کامیاب ہونے کی صورت میں دارالعلوم سے ان کو سندات جاری کی گئیں۔

گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی ملکی سطح پر وفاقی بورڈ کے تحت ثانویہ عامہ (مڈل) کے امتحان میں دارالعلوم کے طالب علم مولانا اصلاح الدین حقانی بن مولانا سراج الدین نے ۷۰۰ میں سے ۴۰۳ نمبر لے کر اول پوزیشن حاصل کی۔ جب کہ درجہ ثانویہ میں دارالعلوم حقانیہ کے طالب علم مولوی محمد نصیر احمد بن محمد سلیم نے ۶۰۰ میں سے ۴۷۳ نمبر حاصل کر کے پورے بورڈ میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔

مجموعی حیثیت سے دارالعلوم کا فیصد نتیجہ ۸۰٫۲۵ فیصد رہا۔ جو دارالعلوم کے اساتذہ و منتظمین اور سعادتِ دارین مخلصین کے لئے حوصلہ افزاء اور باعث افتخار ہے۔ اللهم زد فزد
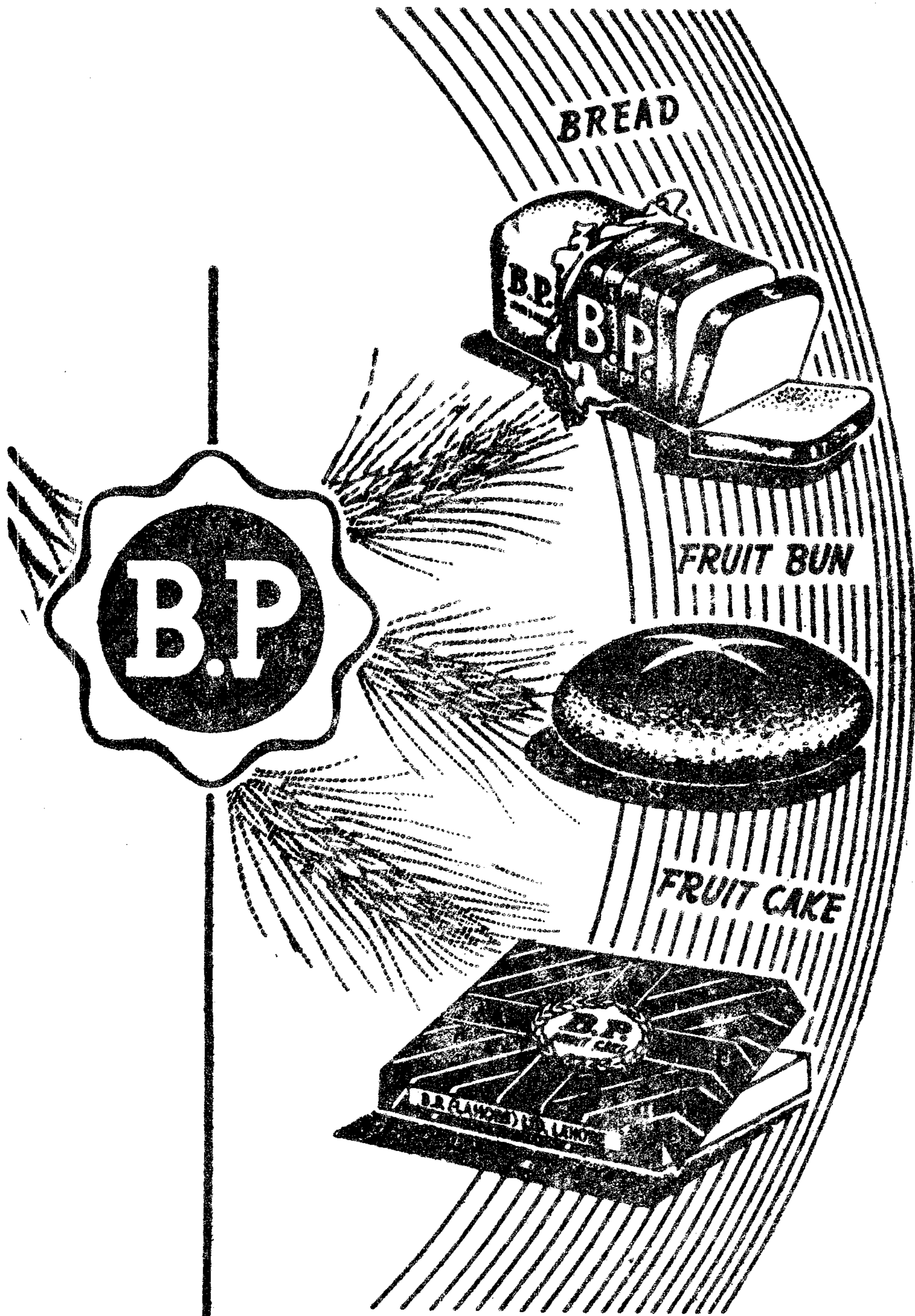
BREAD
B.P.
B.P.
B.P
FRUIT BUN
FRUIT CAKE
B.P. (LAHORE) LTD.
B.P. (LAHORE) LTD.
LAHORE
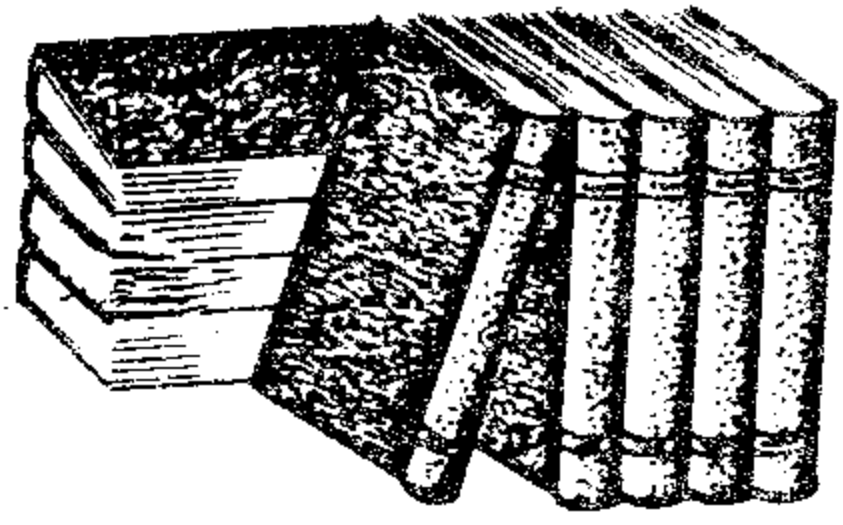
تعارف وتبصرہ کتب

الفاروق (عربی) | المشرف العام، مولانا سلیم اللہ خان صاحب رئیس التحریر مولانا محمد عادل خان۔

صفحات ۹۲۔ سالانہ چندہ ۳۰ روپے، ناشر جامعہ فاروقیہ، کراچی ۲۵

جامعہ فاروقیہ کراچی نے مولانا سلیم اللہ خان کے اہتمام میں اپنے یوم تاسیس سے قلیل ترین مدت میں تعلیم وتربیت نظم وضبط، حلقۂ فضلاء اور خدمت واشاعت دین کے لحاظ سے ملک کی بڑی اور معروف جامعات میں ایک اہم مقام پیدا کر لیا ہے۔ اور اب "الفاروق" کے نام سے عربی زبان میں سہ ماہی رسالہ کے اجراء کا مستحسن قدم بھی اٹھا لیا ہے۔ قرآن وحدیث، اہل جنت اور بین الاقوامی زبان عربی میں کوئی ایسے معیاری اور خالص اپنے ملک کے ترجمان رسالے کی ملک بھر میں شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ مگر اسباب، وسائل اور رجال کار کی قلت انہیں اس میدان میں قدم اٹھانے سے مانع رہی۔ گو کہ سبقت کی سعادت جامعہ فاروقیہ اور مولانا سلیم اللہ خان کے مقدر میں تھی۔ کہ ۹۲ صفحات کا سہ ماہی رسالہ جو علمی اور ادبی لحاظ سے معیاری کاغذ اور طباعت کے لحاظ سے عمدہ، سرورق رنگین، ہر صفحہ جاذب نظر اور دعوت مطالعہ اہم علمی، ادبی، اصلاحی اور وقیع مضامین پر مشتمل ہے۔ گویا ایک حسین گلدستہ ہے جو علمی وادبی حلقوں بالخصوص عربی ذوق رکھنے والے احباب کی خدمت میں ایک گراں قدر تحفہ کے طور پیش کر دیا گیا ہے۔ بالخصوص دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ، سکول کالجز کی لائبریریوں، عربی دینیات اور اسلامیات کے اساتذہ، پروفیسر اور لیکچرر حضرات کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جس سے تبلیغی، اصلاحی اور تاریخی معلومات کے علاوہ عربی ادب سے شناسائی پیدا ہوتی ہے۔ ادارہ الحق عربی زبان میں اس قدر شاندار رسالہ کی اشاعت پر جامعہ فاروقیہ اور مولانا سلیم اللہ خان اور الفاروق کی مجلس ادارت کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ (ع ف ح)

ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ | مجلس ادارت، مفتی ولی حسن ٹونکی، مفتی احمد الرحمن، مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور مولانا محمد جمیل خان۔ صفحات ۱۷۸، قیمت فی شمارہ ۱۰ روپے۔

پتہ۔ پوسٹ بکس ۲۴۷۰، ناظم آباد ۳۔ کراچی ۱۸

روزناموں، ہفت روزوں، ماہناموں، ناولوں، افسانوں اور ڈائجسٹوں کی شکل میں اردو لٹریچر میں موجودہ دور میں جو اضافہ ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ لاریب ماضی میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مگر اسی راستے سے مادیت لادینیت، مغربیت اور دہریت کا جو سیاہ طوفانی ریلا ایک سیلاب بن کر امڈ آیا ہے اور اس کے نتیجہ میں جس خطرناک انقلاب کے آثار نمودار ہو رہے ہیں خاکم بدہن، ایسا نہ ہو کہ علمی وادبی، ملی اور تاریخی روایات اس کی نذر ہو جائیں۔ اب ضرورت ہے کہ ملک وملت کے بہی خواہ، نوجوان نسل کے خیر خواہ، دینی درد سے سرشار

اہل اسلام کے غم خوار ، جدید دور کے نئے علمی و استدلالی تحریری اور تقریری محاذ پر اس نئے اور ہمہ گیر فتنہ کی سرکوبی کریں ۔ اور ایک مضبوط بند ھ باندھیں کہ سیلاب کا رخ پھر جائے ۔ الحمد للہ کہ کراچی کے اکابر علما مفتی ولی حسن ٹونکی ، مولانا مفتی احمد الرحمن ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی ، اور مولانا محمد جمیل خان اور ان کے رفقا نے " اقراء ڈائجسٹ " کے نام سے اس نئے دور کے لئے نئے تحریری انداز میں قرآن و سنت ، فقہ و حدیث ، تاریخ و سیر ، حالات حاضرہ اور مذہب و سیاست پر علمی ، ادبی تاریخی اور ہر لحاظ سے دلچسپ معلومات پر مشتمل مضامین لکھ کر اور معروف اہل قلم سے لکھوا کر ہر ماہ " اقراء ڈائجسٹ " کی صورت میں شائع کرنے اور امت تک اس کے پہنچانے کا تہیہ کر رکھا ہے ۔ اس وقت ہمارے سامنے ڈائجسٹ کا نقش اول ہے ۔ جو ہر لحاظ سے معیاری ، دیدہ زیب ، ادبی ، علمی ، تاریخی دلچسپ اور معلوماتی ہے ۔ ارباب ذوق اور علمی و ادبی حلقوں کے علاوہ ناولوں ، افسانوں اور جدید انداز کی تحریروں کے شائقین کے لئے ایک نعم البدل اور نوجوان نسل کے لئے ایک مفید اور مؤثر انقلابی وسیلہ ہے ۔ ادارہ الحق قارئین سے اس کے مطالعہ اور اس کی اشاعت کی پرزور سفارش کرتا ہے ۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں (ع ق ح)

سنیت کا تعارف | از مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ۔ صفحات ۳۴ ۔ قیمت درج نہیں ۔

پتہ ۔ دفتر تحریک خدام اہلسنت والجماعت مدنی جامع مسجد چکوال ۔
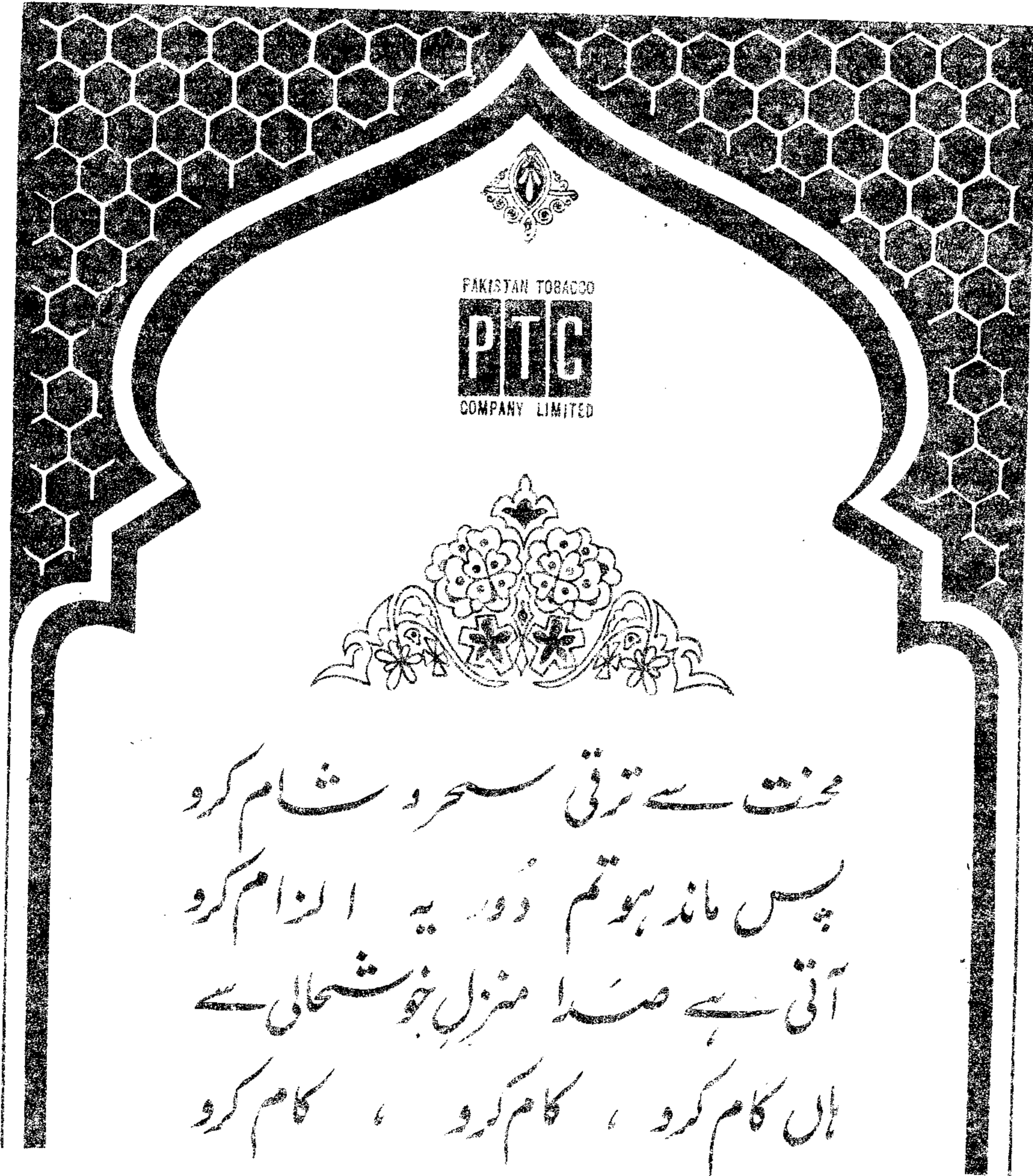
مدرسہ اظہار الاسلام چکوال کی سالانہ روئیداد کے شروع میں تبلیغ و اشاعت حق کے طور مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانی و امیر تحریک اہلسنت کی ایک گراں قدر تحریر بطور مقدمہ کے شامل ہے اور اب اسے علیحدہ کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے ۔ جس میں دین اسلام کے بنیادی عقائد ، صحابہؓ کی عظمت ، خلافت راشدہ ، اہل سنت والجماعت ، اہل بیت ، مناقب چاریار ، آیت استخلاف ، ایرانی انقلاب ، خمینی نظریات ، تحریک فقہ جعفریہ ، شیعہ کلمہ جیسے اہم عنوانات پر آسان ، عام فہم سلیس اور جامع انداز میں لکھا گیا ہے ۔ ہمارے نزدیک اس کا مطالعہ ہر پڑھے لکھے انسان کے لئے بالخصوص سنی مسلمانوں کے لئے از حد ضروری اور بے حد نافع ہے ۔ (ع ق ح)

ضروری مسائل (پشتو) | از مولانا رشید احمد حقانی ۔ صفحات ۷۴ قیمت ۷ روپے
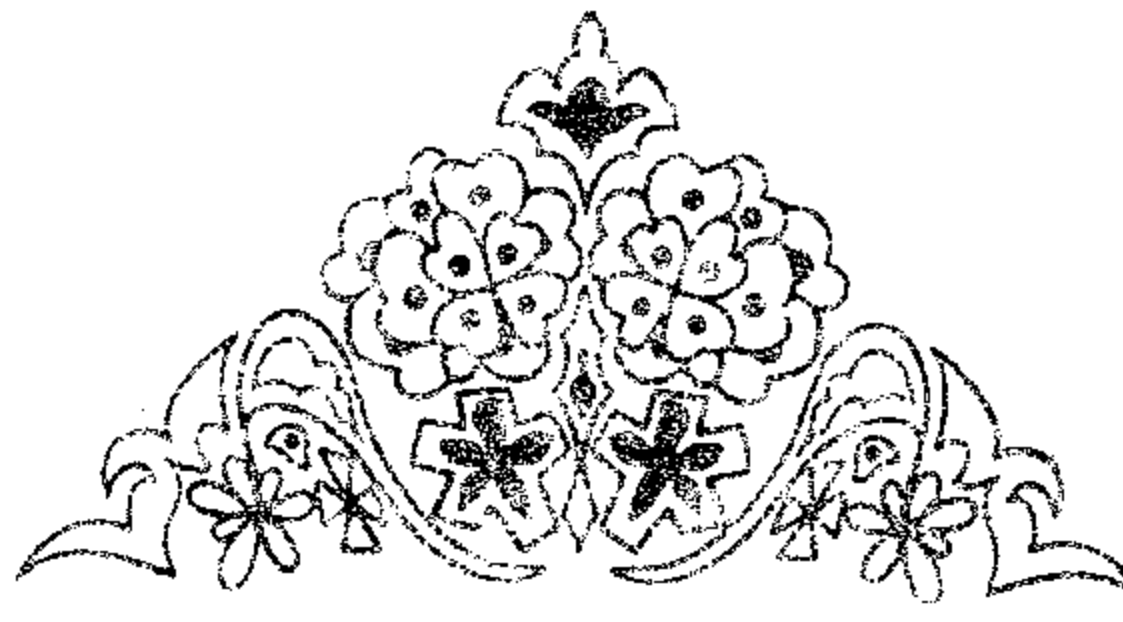
پتہ ۔ موتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ ۔ اکوڑہ خٹک ۔

مولانا رشید احمد دار العلوم کے فاضل اور مدرس ہیں ۔ ساتھ ساتھ اللہ پاک نے تحریر و تصنیف کا ذوق بھی عطا فرمایا ہے — ضروری مسائل موصوف کا تالیفی میدان میں نقش اول ہے جو مستقبل کے لئے نیک فال ہے ۔ اس تالیف میں موصوف نے انسانی زندگی اور ضروریات سے متعلق ہمہ پہلو عنوانات پر دار العلوم حقانیہ کے فتاویٰ اور کتب خانہ سے استفادہ کر کے دینی معلومات و احکام پر مشتمل ایک جامع تالیف فرمائی ہے ۔ پشتو میں ہونے کی وجہ سے اس کا فائدہ محدود ہے تاہم توقع ہے کہ موصوف بہت جلد اسے اردو کے قالب میں ڈھال دیں گے جس سے کتاب کا افادہ عام ہو جائے گا ۔ (ع ق ح)
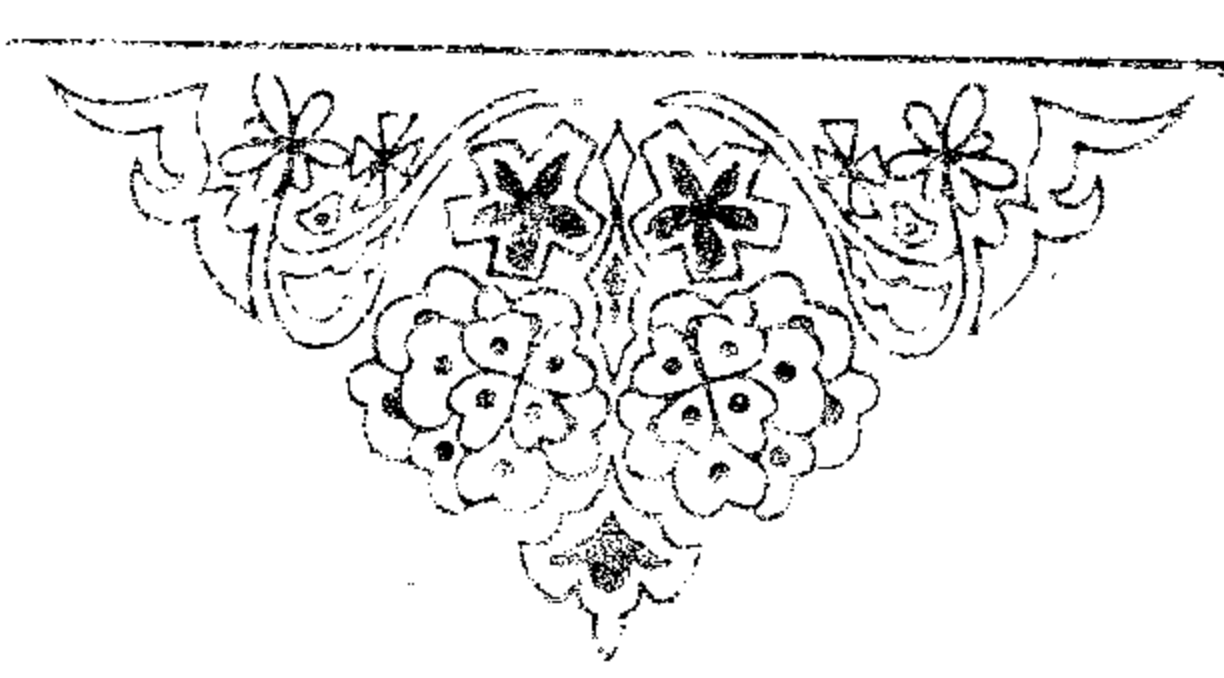
PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED
محنت سے ترقی سحر و شام کرو
پس ماندہ ہو تم دور یہ الزام کرو
آتی ہے صدا منزلِ خوشحالی سے
ہاں کام کرو ، کام کرو ، کام کرو

COMMAND THE SEA AND SEE THE WORLD

JOIN **Pakistan Navy** TO BE A COMMISSIONED OFFICER

THROUGH

CADET SCHEME 23rd Course

Applications are invited for the grant of permanent commission through N-Cadet Scheme (23rd Course) of the Pakistan Navy.

ELIGIBILITY CONDITIONS:

AGE: Between 15 to 18 years on 1st April 1986.
EDUCATIONAL QUALIFICATION: Matric with minimum of 55% marks in aggregate and pass marks in Physics, Chemistry, Mathematics and English.
MARITAL STATUS : Unmaried.
NATIONALITY: Male citizens of Pakistan.

INELIGIBILITY:

a. Twice rejected by ISSB.
b. Resigned/dismissed/withdrawn from Armed Forces Training Establishments.
c. Dismissed/removed from Govt. Service.
d. Convicted by a Court of Law for an offence involving moral turpitude.
e. Delcared medically unfit by an Armed Forces Appeal Medical Board.

SELECTION PROCEDURE:

a. Preliminary selection by Naval Selection Board
b. Medical Examination.
c. Tests/interview by ISSB.
d. Final selection by Naval Headquarters.

TRAINING PERIOD:

a. Two years studies at JCC as N-Cadet
b. 1½ years studies at PNA as PN-Cadet.
c. Six months training at sea as Midshipman.
d. Six months training at PN Engineering College.

PAY AND ALLOWANCES:

a. Rs. 567. per month as N-Cadet.
b. Rs. 794. per month as PN-Cadet.
c. Rs. 1702. per month as Midshipman.

Plus free messing, accomodation and medical facilities.

FURTHER INFORMATION:

For further details and application forms write to the Directorate of Recruitment, Naval Headquarters, Islamabad (Ph. 829061/252) or visit any of the following Pakistan Navy Recruitment and Selection Centres:

i) D-85, 5th Road, Satellite Town, Rawalpindi (Ph. 840464)
ii) 31-E, Ch. Zahoor Elahi Road, near Main Market, Gulberg II Lahore (Ph. 882052)
iii) 57-G Sher Shah Road, Multan Cantt. (Ph. 30109)
iv) 7-Liaquat Barracks, Rafiqui Shaheed Road, Karachi. (Ph. 516434)

DEFENDERS OF SEA FRONTIERS
Pakistan Navy

FOR RECEIPT OF APPLICATIONS AT NAVAL HEADQUARTERS, (DIRECTORATE OF RECUITMENT) ISLAMABAD

LAST DATE 31 Aug.1985

PID/Islamabad.

ADGROUP